ماہنامہ
ہمدرد
نونہال
جولائی ۲۰۱۲ء

اشاعت کا ۶۰ واں سال

یادگار: شہید پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ

ہمدرد نونہال کراچی

جولائی ۲۰۱۲ عیسوی

شعبان المعظم ۱۴۳۳ ہجری

شمارہ ۷

جلد ۶۰

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

ٹیلے فون 36620945 — 36620949

ایکسٹینشن (054 ، 052 ، 066)

ٹیلے فیکس نمبر 36611755 (021 -92)

ای میل hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارہ سعید www.hakimsaid.info

ISSN 02 59-3734

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیر اعلا
مسعود احمد برکاتی

قیمت عام شمارہ ۳۵ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے) ۵۰۰ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے) ۳۸۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے خود لے جانا) ۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے) ۵۰ امریکی ڈالر

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی اور ہمدرد فاؤنڈیشن نے عظیم نونہالان پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ۷۴۶۰۰

ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف
بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابل قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر
ادارہ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر	صائم خان سوری، کراچی

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ نیکی دیکھ کر نیکی کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ اسی طرح بُرائی دیکھ کر بُرائی کرنے کی ہمت ہوتی ہے۔ اصل چیز عمل ہے۔ عمل کا اثر قول سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ عمل نہ ہو، صرف قول ہو تو کوئی فائدہ نہیں۔ بُرائیوں سے بچنے بچانے کے لیے صرف وعظ و نصیحت کافی نہیں ہوتے، بلکہ قانون بنا دینا بھی کافی نہیں ہوتا۔ قانون کتنا ہی عمدہ ہو، اگر اس پر عمل نہ کیا جائے اور نہ کرایا جا سکے تو قانون بے کار اور بے اثر ہو جاتا ہے۔

آج کل ہمارے ملک میں یہی ہو رہا ہے۔ اصلاح اور ترقی کے لیے نئے نئے اور اچھے قانون بنائے جا رہے ہیں۔ اسلامی قوانین بھی نافذ کیے جا رہے ہیں، لیکن ان پر عمل کتنا ہوتا ہے اور کتنے لوگ کرتے ہیں، یہ سب کو معلوم ہے۔ عمل کے بغیر یہ قانون بے اثر ہو رہے ہیں۔ وہ قانون مفید ہوتا ہے جس پر لوگ دل سے عمل کرنا چاہیں۔ اگر لوگوں کی اکثریت عمل نہ کرنا چاہے تو زبردستی ان سے عمل کرانا مشکل ہوتا ہے اور وہ سب مل کر اس قانون کو بے مقصد بنا دیتے ہیں۔

قانون بنانے سے پہلے لوگوں کو اس کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ اچھی تعلیم دینی چاہیے۔ ماحول پیدا کرنا چاہیے۔ قانون پر عمل کرانے والے اداروں کو مستعد بنانا چاہیے۔ قانون پر عمل کرنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں، ان کو دور کرنا چاہیے۔

قانون کا مقصد لوگوں کو صحیح راستے پر چلنے میں مدد دینا اور اچھے عمل کرنے کی آسانیاں پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اگر یہ مقصد حاصل نہ ہو تو قانون کا مذاق اُڑانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

(ہمدرد نونہال دسمبر ۱۹۹۱ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

بڑائی کا دوسرا نام
انکسار اور عاجزی ہے۔

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

نونہال دوستو!

بہت بہت شکریہ خاص نمبر پسند کرنے کا۔ نونہالوں کی پُرمحبت دل چسپی کا نتیجہ ہے کہ خاص نمبر بازار میں پہنچنے کے بعد ایک ہفتے کے اندر اندر ختم ہوگیا۔ طلب باقی ہے، لیکن اتنے ضخیم رسالے کا دوبارہ چھپنا وقت مانگتا ہے، اس لیے جن نونہالوں کو خاص نمبر نہیں مل سکا، اُن سے معافی چاہتا ہوں۔ جن نونہالوں نے خاص نمبر حاصل کر لیا ہے، انھوں نے پڑھ بھی لیا ہوگیا۔ ان کے خطوط سے بھی یہ ظاہر ہو رہا ہے۔ اُن کو میرا مشورہ ہے کہ ان کے جس دوست کو خاص نمبر نہیں مل سکا ہو، وہ اس دوست کو پڑھنے کے لیے دے دیں۔ دوست سے کہہ دیں کہ پڑھنے کے بعد آپ کو واپس کر دیں۔ جو تحریریں زیادہ اچھی لگی ہوں، ان کو دوبارہ پڑھیں اور رسالے کو حفاظت سے رکھ لیں۔ اس طرح آپ کے پاس ایک بہت قیمتی خزانہ جمع ہو جائے گا۔ اس کو اپنی لائبریری بھی کہہ سکتے ہیں۔

بعض لکھنے والے اپنے مضمون یا اپنی کہانی کے ساتھ اپنا پورا اور صاف پتا نہیں لکھتے۔ لکھنے والے کے پورے نام اور پتے کے بغیر جو تحریریں ملتی ہیں، اُن کو شائع کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اپنا نام اور پتا بہت صاف صاف لکھنے کی عادت ڈالیے۔ اپنا فون نمبر بھی لکھ دیا کیجیے۔

رمضان المبارک کا پاک مہینا شروع ہوگیا ہے۔ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔ علم حاصل کرنا اور علم پھیلانا بھی بہت اچھی عبادت ہے۔ لوگوں کی خدمت کرنا بھی عبادت ہے۔ نماز روزے کے ساتھ اپنا علم بڑھانا اور لوگوں کی مدد کرنا نہ بھولیں۔

نونہالو! خاص نمبر کے بارے میں آپ کے پُرمحبت خطوط کا ایک بار پھر شکریہ۔ ☆

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

حمیرا سید

محمدؐ ، محمدؐ ، پکارے چلو
اسی نام کے تم سہارے چلو

کرو وِرد گر اس کا تم ہر گھڑی
ملے گی زمانے میں پھر ہر خوشی

خوشبو بھرا گلستان آپؐ سے
مہکتے ہیں دونوں جہان آپؐ سے

کون و مکاں کی پھبن آپؐ ہیں
میرے دل میں جلوہ فگن آپؐ ہیں

رحمت کی جب سے لگی ہے جھڑی
دلوں میں ہے ایماں کی شمع جلی

مجھے کملی والےؐ کا ہے آسرا
دل میں ہے ، روضہ مبارک بسا

دیتی ہے ہر پَل صدا آپؐ کو
حمیرا پکارے ، سدا آپؐ کو

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

روشن خیالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہوتا ہے۔ مرسلہ : صدف نورین، پاپچند

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

لوگوں کو دعا کے لیے کہنے سے بہتر ہے کہ کوئی ایسا عمل کرو کہ لوگوں کے دل سے تمھارے لیے دعا نکلے۔ مرسلہ : فضیلہ ذکاء بھٹی، شیخوپورہ

امام احمد بن حنبلؒ

قرآن مجید ایک ایسا دریچہ ہے جس سے ہم اگلی دنیا کو دیکھ سکتے ہیں۔ مرسلہ: پارس فدا حسین کیریو، کراچی

ارسطو

آپ سیکھنا چاہیں تو آپ کی ہر غلطی آپ کو سبق دے سکتی ہے۔ مرسلہ: جویریہ آصف، کورنگی، کراچی

شیخ سعدی

بخیل آدمی کی دولت اس وقت زمین سے باہر آتی ہے، جب وہ خود زمین کے نیچے چلا جاتا ہے۔

مرسلہ: محمد طلال، سکھر

جالینوس

نیک لوگوں کو دشمنوں سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مرسلہ: عتیق احمد، سیالکوٹ

قائداعظم محمد علی جناح

سکون کی خاطر صبر و برداشت اور انکسار کے ساتھ قوم کی سچی خدمت کرتے جائیے۔

مرسلہ : دانیال محمود، لیاری، کراچی

شہید حکیم محمد سعید

دوستوں کی طرح کتابوں کا انتخاب بھی پوری احتیاط اور توجہ سے کرنا چاہیے اور ہمیشہ اچھی کتابیں پڑھنی چاہییے۔ مرسلہ : عائشہ قیصر، کراچی

نپولین بونا پارٹ

کام یابی ایسے لوگوں ہی کے قدم چومتی ہے، جو سب سے زیادہ مستقل مزاج ہوں۔

مرسلہ : کہکشاں ارجمند، نارتھ کراچی

ہٹلر

لگن اور اعتماد انسان کو کام یابی سے قریب کر دیتے ہیں۔ مرسلہ : روبینہ ناز کراچی

اللہ کا مہینا

مہینے تو سب ہی اچھے ہیں، مگر رمضان کے مہینے کی شان ہی اور ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو، اسی میں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا اور وہ بھی رمضان کی ایسی مبارک رات میں جو خیر و برکت میں ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مہینے کے روزے مسلمانوں پر فرض کیے۔ حق کو باطل سے الگ کر دینے والا دن بھی اسی مہینے میں ہے، جسے قرآنِ حکیم نے یوم الفرقان کا نام دیا۔ مکہ مکرمہ بھی اسی مہینے میں فتح ہوا۔ اسی بنا پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کو بڑی عظمت والا اور بہت ہی برکت والا اور اللہ کا مہینا کہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطان اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے سارے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں رہتا۔ اللہ کے حکم سے فرشتہ پکارتا ہے کہ اے بھلائی، آگے بڑھ اور اے بُرائی، اور بد عملی کا شوق کرنے والے! رُک۔ اور اللہ کی طرف سے بہت سے نافرمان بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے اور یہ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔''

نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے اپنی خوشی سے کوئی نفل نیکی کرے گا، وہ دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر اجر و ثواب پائے گا اور جو کوئی ایک فرض ادا کرے گا، وہ دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بڑے جوش و خروش سے رحم کرتا ہے۔ رمضان کی یہ پاکیزہ گھڑیاں اس کی رحمتوں کی خوش خبری سناتی ہیں: ''یہ رمضان کا مہینا ہے،

جس میں قرآن اُتارا گیا، ہدایت اور کھلی نشانیاں دی گئیں اور وہ معیار بتایا گیا، جس پر حق اور باطل کو پرکھا جا سکے۔ جو اس مہینے کو پائے، وہ اس مہینے کے روزے رکھے۔''

روزوں کا حکم دراصل اس لیے ہوا کہ اس مہینے میں اللہ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے کتاب اُتاری، جس سے بڑی نعمت اور رحمت اور کوئی نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ کی اس نعمت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر بجا لاؤ۔

اس عظیم نعمت کی شکر گزاری کیسے ہو؟ اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے تیار کرے، جس کے لیے عطا کرنے والے نے وہ نعمت عطا کی ہو۔ یہ قرآن حکیم ہمیں اس لیے عطا فرمایا گیا کہ ہم اس کو پڑھیں اور سمجھیں اور اللہ کی رضا کا راستہ جان کر خود اس پر چلیں اور دوسروں کو اس پر چلائیں۔ اسی راستے کی تیاری کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روزے رکھنے کا حکم دیا اور اس کا مقصد یہ بتایا: ''تاکہ تمھارے اندر تقوا پیدا ہو سکے۔'' حضور اکرمؐ نے اسی بات کو یوں بیان فرمایا ہے کہ روزہ گناہوں سے بچانے والی ایک ڈھال ہے۔ تقوے کے لفظی معنی اپنے آپ کو بچانے کے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تقوا اس احساس کا نام ہے جو آدمی کو ہر بھلائی کے کام پر اُبھارتا ہے اور ہر بُرے کام سے روکتا ہے، تاکہ انسان اللہ کی ناراضی سے بچ جائے۔

رمضان کے مہینے میں روزے دار صبح کی پَو پھٹنے سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے رکا رہتا ہے۔ حال آنکہ ان خواہشوں میں بلا کا زور ہے، بلکہ انسان کے زندہ رہنے کا انحصار ہی ان پر ہے۔ مسلسل ایک مہینے تک ان خواہشوں کو دبائے رکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ ظاہر ہے کہ تیس دنوں کی یہ مشق انسان میں صبر و ضبط کی وہ قوت پیدا کر دیتی ہے، جسے پا کر وہ شیطان کے پھندے میں نہیں پھنستا اور پھر روزے میں ریا یعنی دکھاوے کا نہ ہونا بھی اس بات کی ضمانت ہے کہ روزے کی

عبادت بندے کو اللہ کے قریب کرنے والی ہے۔ اسی لیے تو حضورؐ نے فرمایا: ''انسان کے ہر اچھے عمل کا اجر دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک ملے گا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں اپنی مرضی سے اس کا اجر دوں گا، کیوں کہ بندہ صرف میری ہی خاطر اپنی خواہشوں اور اپنے کھانے پینے کو چھوڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک بندہ تقوے کی صفت کی وجہ سے ہی اپنے آپ کو دکھاوے سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

روزہ دراصل ظاہری بھوک اور پیاس کا نام نہیں بلکہ حقیقت میں یہ دل اور روح کی بھوک اور پیاس کا نام ہے۔ اگر یہ غرض پوری نہیں ہو پاتی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ روزے دار نے روزہ نہیں رکھا، بلکہ فاقہ کیا ہے۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ کتنے ہی روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ بھوک اور پیاس کے سوا ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ اس وقت تک ڈھال ہے، جب تک اس میں سوراخ نہیں کیا جاتا۔ صحابہ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں سوراخ کس چیز سے ہوتا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جھوٹ اور غیبت سے۔'' ☆

بعض نونہال پوچھتے ہیں کہ رسالہ ہمدرد نونہال ڈاک سے منگوانے کا کیا طریقہ ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ عام ڈاک سے اس کی سالانہ قیمت ۳۸۰ رپے (رجسٹری سے ۵۰۰ رپے) منی آرڈر یا ڈرافٹ سے بھیج کر اپنا نام پتا لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ کس مہینے سے رسالہ جاری کرانا چاہتے ہیں، لیکن چوں کہ رسالہ کبھی کبھی ڈاک سے کھو بھی جاتا ہے، اس لیے رسالہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے اخبار والے سے کہہ دیں کہ وہ ہر مہینے ہمدرد نونہال آپ کے گھر پہنچا دیا کرے، ورنہ اسٹالوں اور دکانوں پر بھی ہمدرد نونہال ملتا ہے۔ وہاں سے ہر مہینے خرید لیا جائے۔ اس طرح پیسے بھی اکھٹے خرچ نہیں ہوں گے اور رسالہ بھی جلد مل جائے گا۔
ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

مچھر

عباس العزم

خدا بچائے مچھر سے — چین دلائے مچھر سے

رات جو گہری ہوتی ہے — جب یہ دنیا سوتی ہے

اُس دم یہ آجاتا ہے — اپنا کام دکھاتا ہے

خون یہ سب کا پیتا ہے — پی کر خون یہ جیتا ہے

جو بھی نیند کے مارے ہیں — عاجز اس سے سارے ہیں

دشمن ہے انسانوں کا — بیری ان کی جانوں کا

کتنا ظالم ہے مردود
مچھر ہے کہ ہے نمرود

پاکستان کی تاریخی یادگاریں

افضال احمد خاں

بادشاہی مسجد

بادشاہی مسجد دنیا کی چند انتہائی شان دار مساجد میں سے ایک ہے، جسے مغل بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے ۱۶۷۴ء میں تعمیر کروایا تھا۔ ایک بڑے دروازے، ساڑھے چھے ایکڑ کے لال پتھروں کے صحن اور ماربل کے تین سفید گنبدوں پر مشتمل بادشاہی مسجد، مغل طرزِ تعمیر کا ایک عظیم ترین نمونہ ہے۔

سنگِ مرمر کی مسجد

چولستان میں قلعہ دراڑ کے داخلی راستے میں ہمیں سنگِ مرمر کی مسجد نظر آتی ہے، جو سورج کی روشنی میں سونے کے زیورات کی طرح چمکتی ہوئی بے حد خوب صورت لگتی ہے۔ سورج کی ڈھلتے وقت کی سرخی میں اس انوکھے طرزِ تعمیر کی مسجد کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔

جہانگیر کوٹھاری

کراچی کے ساحل پر خوب صورت کوٹھاری کراچی کے شہریوں کے لیے تعمیر کی گئی تھی۔ اس کے ایک طرف بنی گنبد والی عمارت کو جودھ پور کے لال پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے۔

مہتا پیلیس

مغل انداز میں بنے ہوئے مہتا پیلیس کو محترمہ فاطمہ جناح کی سکونت کی وجہ سے فاطمہ پیلیس بھی کہا جاتا ہے۔ مہتا پیلیس بڑی احتیاط اور مہارت سے مقامی طور پر ملنے والے زرد رنگ کے پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس کی آرائش کے لیے جودھ پور کا پتھر استعمال کیا گیا ہے۔ اس پوری عمارت پر گلابی رنگ کیا گیا ہے۔

فیصل مسجد

اسلام آباد کا سب سے اہم اور نمایاں مقام شاہ فیصل مسجد ہے، جو جدید طرزِ تعمیر کا ایک شان دار عجوبہ ہے۔ سفید ماربل سے بنی ہوئی اس مسجد میں ایک لاکھ سے زیادہ نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

نیشنل کالج آف آرٹس

پاکستان کے قدیم تعلیمی اداروں میں سے ایک نیشنل کالج آف آرٹس، لاہور ہے۔ پرانے مغل انداز میں تعمیر کردہ اس کالج کو پاکستان کا تاریخی اور ثقافتی ورثہ قرار دیا گیا ہے۔

فریئر ہال، کراچی

اٹلی کے شہر وینس کی عمارتوں کی طرح نوک دار محرابوں والی عمارت فریئر ہال، کراچی کی خوب صورت اور شان دار عمارتوں میں سے ایک ہے۔ فریئر ہال کے اطراف میں بہت خوب صورت باغ ہے۔ یہاں پھولوں کی نمائش کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

وزیر خان مسجد

اس مسجد کو ۱۶۳۴ء میں مغل بادشاہ شاہ جہاں کے دور میں لاہور کے گورنر وزیر خان نے تعمیر کروایا تھا۔ اس مسجد کی بیرونی دیواروں پر چمکیلے ٹائلوں کا کام پورے برصغیر میں اپنی مثال آپ ہے۔

شاہی مسجد ٹھٹہ

یہ مسجد اپنے ۹۰ گنبدوں کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ اس کا حیرت انگیز طرزِ تعمیر دیکھنے والوں کو بہت دل کش محسوس ہوتا ہے۔

شاہی قلعہ، لاہور

ایک زمانے میں لاہور شہر کے گرد بہت بڑی دیوار بنی ہوئی تھی، جس میں بارہ دروازے تھے۔ اس دیوار کا زیادہ تر حصہ اب ختم ہو چکا ہے، لیکن کچھ دروازے باقی ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑا دروازہ شاہی قلعے کا ہے، جو مغل طرزِ تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔

مکلی کا قبرستان

مقبروں پر ہونے والی کنندہ کاری اور ان پر بنائے گئے نقش و نگار کی وجہ سے مکلی کا قبرستان اس قدیم فن کا شاہکار تسلیم کیا گیا ہے۔ انتہائی خوب صورت اور بہت قیمتی ہونے کی وجہ سے مکلی دنیا کا ایک عجوبہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ ☆

ملا نصر الدین حوجہ

ملا نصر الدین حوجہ کا تعلق اگرچہ ترکی سے بتایا جاتا ہے، لیکن ان کی کہانیاں اور لطیفے وسطی ایشیا اور شمالی افریقا کے بہت سے ملکوں کے روایتی ادب کا حصہ ہیں۔ ملا نصر الدین کی زندگی کے متعلق بیانات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اولین روایات کے مطابق وہ چودھویں صدی کے شروع میں زندہ تھے، جو بایزید اول، تیمور اور کرمانی فرمانروا علاء الدین کا عہد ہے۔ دوسری روایات کے مطابق تیرھویں صدی یعنی علاء الدین سلجوقی کے دور کا پتا چلتا ہے ''اولیا چلپی'' نامی سیاح کے سفر نامے میں ملا نصر الدین حوجہ کی تیمور سے ملاقات کا ذکر ہے، لیکن پرانے قلمی نسخوں میں ملا کو تیرھویں صدی میں سلطان علاء الدین کے زمانے کا بتایا جاتا ہے۔ حسن آفندی کے بیان کے مطابق وہ ۱۲۰۸ء/ ۱۲۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ وہیں اپنے والد کی جگہ امامت کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۲۳۷ء/ ۱۲۳۸ء میں آق شہر میں آ گئے اور اسی جگہ انھوں نے ۱۲۸۴ء/ ۱۲۸۵ء عیسوی میں وفات پائی۔

ملا نصر الدین حوجہ اپنی ذہانت، سادگی اور انسان دوستی کی وجہ سے وسطی ایشیا و شمالی افریقا کی ایک مقبول شخصیت ہے۔ چینی ترکستان میں انھیں احتراماً ''آفندی'' یعنی آقا کہا جاتا ہے اور بچے بوڑھے سب ہی ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی کہانیاں بڑے شوق سے سنتے ہیں۔ ملا نصر الدین کے لطیفوں کا پہلا مجموعہ کتابی شکل میں ۱۸۳۷ء میں شائع ہوا۔ اس میں ۱۲۵ لطیفے تھے۔ محمد توفیق نے ملا نصر الدین حوجہ کے ۱۷ منتخب واقعات اور لطائف کو ''بو آدم'' کے نام سے مرتب کیا تھا۔ جس میں پہلے شائع شدہ کتاب سے غیر مہذب کہانیاں نکال دی گئی ہیں۔
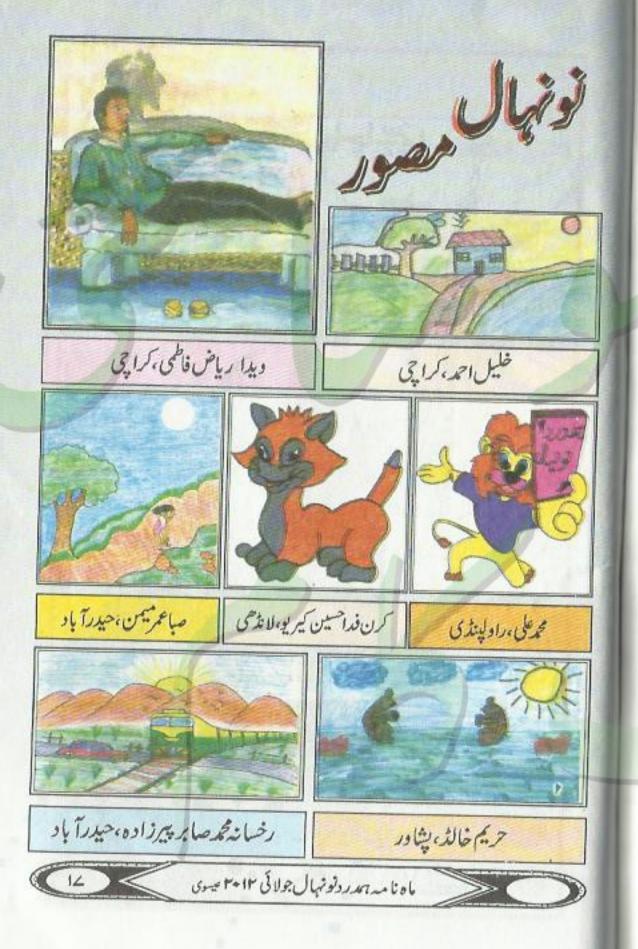
''حکایت نصر الدین'' ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی، جسے کونوس نامی ایک شخص نے مرتب کیا۔ یہ حکایات اس نے آیدن اور قونیہ کے باشندوں کی زبانی سن سنا کر جمع کیں۔

ملا نصر الدین کی پُر لطف باتیں انگریزی، اردو، روسی، ہنگری، یونانی، کروٹ، بلغارین وغیرہ زبانوں میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی بعض حکایات کو جرمن، روسی، ترکی اور رومانوی زبانوں کے شاعروں نے اپنے طور پر نظم میں بھی بیان کیا ہے۔

''حوجہ'' اصل میں خواجہ ہے۔ ترکی زبان میں ''خ'' نہیں ہے، اس لیے حوجہ پکارا جاتا ہے۔

☆☆☆

خلیل احمد، کراچی

ویدا ریاض فاطمی، کراچی

محمد علی، راولپنڈی

کرن فدا حسین کیریو، لانڈھی

صباعمر میمن، حیدر آباد

حریم خالد، پشاور

رخسانہ محمد صابر پیرزادہ، حیدر آباد

بے مانگا انعام

منظر عارفی

اس علاقے میں ایک ہی اسکول تھا، جو تھا تو میٹرک تک، لیکن نویں دسویں کی کلاسیں صرف نام ہی کو ہوتی تھیں۔ پندرہ سال پہلے قائم ہونے والے گورنمنٹ اسکول میں پہلی بار یہ انقلاب آیا کہ اس سال صرف تیرہ طلبہ ساتویں کلاس سے کام یاب ہو کر آٹھویں کلاس میں پہنچے۔ نہ جانے کس زمانے کی بنی ہوئی فوجی بیرکیں تھیں، جن میں اب یہ اسکول قائم تھا۔ انہی بیرکوں میں ایک کمرے کو صاف کرایا گیا۔ برسوں سے بند ہونے کی وجہ سے کتوں نے گھر بنا لیے تھے۔ انھیں بھگا دیا گیا۔ پرندوں کے گھونسلے اُتروائے گئے۔ مکڑیوں کے جالے ہٹائے گئے۔ اسکول کے اکلوتے چوکیدار سے یہاں چونا کرایا گیا، پھر مزدوروں سے کمرے کا فرش دھلوا کر اس پر نئی دری منگوا کر بچھائی گئی اور اس میں آٹھویں کلاس کے تیرہ بچوں کی پڑھائی کا آغاز کر دیا گیا۔

کئی مہینے گزرنے کے بعد ایک دن اچانک ہیڈ ماسٹر صاحب نے اعلان کیا: ''وزیرِ تعلیم

کے مشیر اسکول کے معائنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔''

مشیر صاحب کے استقبال کے لیے تیاریاں شروع ہوگئیں۔ پہلی بار سختی کی گئی کہ اسکول کے سارے طالب علم یونی فارم سلوائیں اور اسے پہن کر اسکول آئیں۔

مشیر صاحب کی آمد سے ایک دن پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب آٹھویں کلاس آئے اور انھوں نے طالب علموں سے کہا: ''پیارے بچو! آپ کو معلوم ہے کہ کل ہمارے ملک کی وزارتِ تعلیم کے مشیر اسکول کے معائنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے اس دورے کا مقصد خصوصاً آپ لوگوں سے ملنا ہے، کیوں کہ جب سے یہاں اسکول قائم ہوا ہے آپ ہی لوگ ہیں جو پہلی کلاس سے پڑھتے ہوئے آٹھویں کلاس تک پہنچے ہیں۔ میرے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگ اُن کی خصوصی توجہ کا مرکز ہوں گے۔ وہ آپ سے گفتگو کریں گے اور آپ سے سوالات پوچھیں گے۔ آپ لوگ خوب سوچ سمجھ کر ان کی بات کا جواب دیجیے گا۔ کل تمام طالب علم نہا کر صاف ستھرے یونی فارم میں آئیں اور غیر حاضر کوئی نہیں ہوگا۔ اگر کل آپ میں سے کوئی غیر حاضر ہوا تو اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔''

دوسرے دن اسکول کے وقت پر سارے بچے حاضر ہوگئے۔ ان کے لیے اس قسم کا موقع پہلی بار آیا تھا۔ تقریباً دس بجے مشیر صاحب اپنے سیکریٹری کے ساتھ اسکول پہنچے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور چند استادوں کے ساتھ سب سے پہلے وہ آٹھویں کلاس میں ہی تشریف لائے۔ سارے بچوں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ وہ پہلی بار حکومت کے کسی اعلا عہدے دار کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور یوں دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی عجوبہ ہوں۔ انھوں نے گفتگو شروع کی تو فرداً فرداً سب سے نام پوچھے۔ پھر ان سے مختلف سوالات کرتے رہے۔ ان کا رویہ اور لب ولہجہ انتہائی نرم تھا۔ چند منٹ میں ہی بچوں کا ذہنی تناؤ دور ہوگیا اور انھیں مشیر صاحب سے ایک اُنسیت سی پیدا ہوگئی۔

خاصی گفتگو کرنے کے بعد مشیر صاحب اچانک کہنے لگے: ''بچو! میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوا۔ آپ کے استادوں نے بھی آپ کو اچھی تعلیم سے روشناس کرایا ہے، لیکن یہ بتائیے کہ آپ سب آٹھویں کلاس میں ہیں، آپ میں سے مضمون نگاری کس کس کو آتی ہے؟''

بچے ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگے۔ کلاس ٹیچر نے کہا: ''سر! یہ سب چھوٹا موٹا مضمون لکھ سکتے ہیں۔''

مشیر صاحب نے کہا: ''میں یہاں بلیک بورڈ پر ایک موضوع لکھ رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے کا وقت ہے، آپ سب اس پر اچھا سا مضمون لکھیے۔''

انھوں نے بلیک بورڈ پر لکھا:

''علم لازوال دولت ہے۔''

پھر وہ کہنے لگے: ''میں تمام بچوں کو پچاس پچاس روپے دینے کا اعلان کرتا ہوں، لیکن جو طالب علم مضمون لکھے گا اسے پچاس روپے نہیں ملیں گے۔'' ان کے ہونٹوں پر

مسکراہٹ تھی۔

''پھر اس کو کیا ملے گا؟'' ایک طالب علم نے حیرت سے پوچھا۔

وہ بولے: ''یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ اس کو کیا ملے گا، لیکن وہ میرا پکا دوست ہوگا، پکا اور گہرا دوست۔''

پھر وہ کہنے لگے: ''ٹھیک ہے بچو! میں نے کوئی زیادہ مشکل موضوع تو نہیں دیا ہے۔ اس کے متعلق آپ بہت سی باتیں اپنے استادوں سے بھی سن چکے ہوں گے۔ لکھیے اور ایک دوسرے کی نقل نہ کیجیے گا، ورنہ سب کے مضمون نامنظور ہو جائیں گے۔''

پھر مشیر صاحب تمام استادوں کے ساتھ دوسری کلاسوں کی طرف چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی طلبہ میں گفتگو شروع ہوگئی۔ عابد بولا: ''کیا بات ہوئی سب کو پچاس روپے ملیں گے اور جو مضمون لکھے گا اس کو کچھ نہیں ملے گا۔''

اشرف بولا: ''ہمیں کیا ضرورت ہے مضمون لکھنے کی، ہمارے لیے پچاس روپے زیادہ اہم ہیں۔''

شکور نے کہا: ''ہمیں مشیر صاحب کی دوستی کا کیا کرنا ہے، ہمارے لیے پیسے ضروری ہیں، خوب چیزیں کھائیں گے۔''

سلیم نے کہا: ''میں تو اماں کو بھی نہیں بتاؤں گا کہ مجھے پچاس روپے ملیں ہیں، ورنہ وہ مجھ سے لے کر رکھ لیں گی۔''

احمد رضا ان سب سے الگ تھلگ اپنی کاپی کے درمیان سے ایک صفحہ نکال کر مضمون لکھنا شروع کر چکا تھا۔ عبدالحفیظ اسے دیکھ کر بولا: ''او ہو! انھیں دیکھو، مضمون لکھنے بیٹھ گئے، مشیر صاحب کے دوست بنیں گے۔''

آصف بولا: ''کیڑا ہے کیڑا، کتاب کا۔ نہ کھیل میں حصہ لیتا ہے نہ کسی اور کام میں،
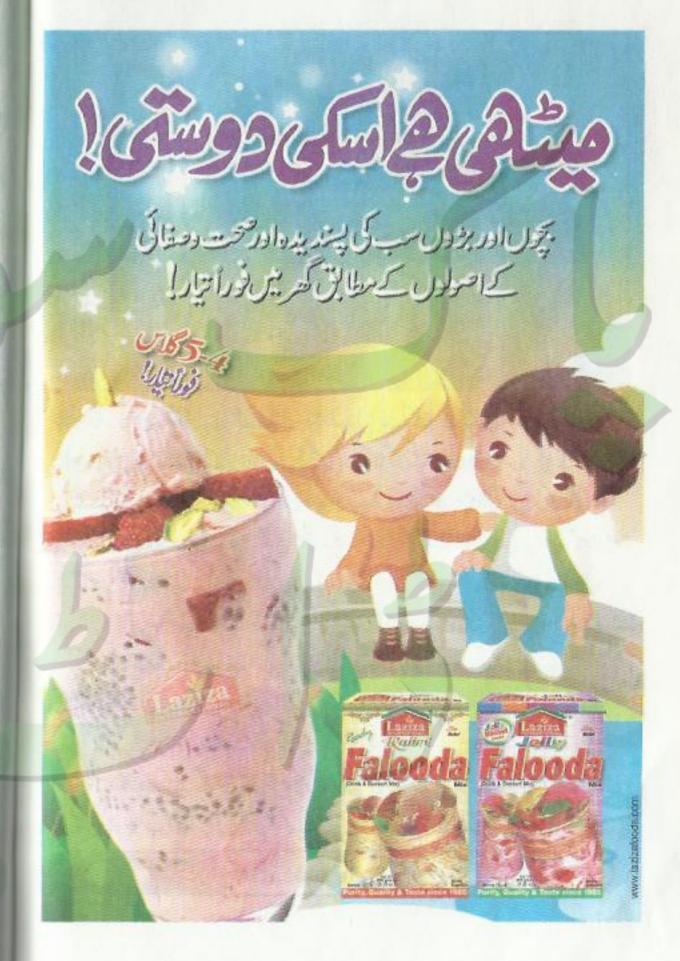
بس کاپی کتاب ہو اور یہ ہو۔''

عزت خان بولا: ''ابھی جب گھر جا کر بتائے گا کہ اس نے مضمون لکھ کر مشیر صاحب سے دوست کرلی ہے اور پچاس روپے چھوڑ دیے ہیں تو اس کا باپ دیکھنا اس کی کیسی پٹائی لگاتا ہے۔''

ندیم بولا: ''اس کی ماں اسے بچالے گی۔ وہ اس کی پڑھائی کی بہت حمایت کرتی ہے۔ دیکھتے نہیں کہ اکثر اسے دیکھنے کے لیے اسکول آتی ہے کہ کہیں کھیل میں تو نہیں لگ گیا۔''

بچے طرح طرح کے جملے اس پر اچھالتے رہے اور چھیڑ چھاڑ میں لگے رہے، لیکن احمد رضا مضمون لکھتا رہا۔ اس کے ذہن میں اپنے استادوں سے سنی ہوئی بہت سی معلومات تھیں۔

اسے اندازہ نہیں تھا کہ مشیر صاحب سے دوستی کیا ہوتی ہے۔ اسے تو علم سے لگاؤ تھا۔ اسی شوق کی وجہ سے وہ مضمون لکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس کا مضمون مکمل ہو گیا۔ مشیر صاحب نے آدھے گھنٹے کا وقت دیا تھا، لیکن وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئے۔ اساتذہ ان کے ساتھ تھے۔ انھوں نے آتے ہی پوچھا: ''ہاں بھئی! کس کس نے مضمون لکھا۔''

سارے بچے خاموش کھڑے تھے۔ احمد رضا نے جھجکتے ہوئے اپنا مضمون مشیر صاحب کی طرف بڑھایا: ''واہ بھئی واہ! صرف ایک بچے نے مضمون لکھا ہے، گڈ! کیا نام ہے تمھارا۔''

''احمد رضا۔'' اس نے جواب دیا۔

''پڑھ کر سناؤ زوردار آواز سے، کیا لکھا ہے تم نے۔'' مشیر صاحب نے اسے حکم دیا۔

احمد رضا نے مضمون پڑھنا شروع کیا۔ مضمون ختم ہوتے ہی مشیر صاحب نے اسے گلے سے لگایا اور خوب شاباش دی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور دوسرے استادوں نے بھی اسے خوب سراہا۔ مشیر صاحب نے ایک بار پھر کہا: ''اب تم میرے پکے دوست ہو اور مجھے اس پر فخر ہے، لیکن یہ بتاؤ تمھارا دل تو نہیں چھوٹا ہوگا کہ میں نے تمھیں مضمون لکھنے پر کوئی انعام نہیں دیا۔ خالی زبانی شاباشی دی ہے، جب کہ بچوں کو پچاس روپے دے رہا ہوں۔''

احمد رضا نے کہا: ''سر! مجھے پیسوں سے محبت ہوتی تو میں کبھی مضمون نہ لکھتا۔ مجھے تو علم سے محبت ہے۔''

مشیر صاحب نے احمد رضا کے ماتھے پر بوسہ دیا، پھر اپنے وعدے کے مطابق تمام بچوں کو پچاس پچاس رپے دیے اور سب کو خدا حافظ کہہ کر کلاس سے باہر آ گئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سے انھوں نے احمد رضا کے بارے میں کافی معلومات لیں اور اس کا مضمون اپنے سیکریٹری کو دیتے ہوئے کہا: ''اسے سنبھال کر رکھیں۔'' پھر وہ واپس چلے گئے۔

جب چھٹی ہونے میں دس منٹ رہ گئے تو ہیڈ ماسٹر صاحب کلاس ٹیچر کے ساتھ دوبارہ آئے اور احمد رضا کو قریب بلایا اور کہا: ''بیٹا! تمھارے مضمون سے میں بہت خوش ہوا، لیکن مجھے حیرت ہے مشیر صاحب نے تمھیں کوئی انعام نہیں دیا۔ حال آنکہ میں سوچ رہا تھا کہ وہ تمھیں سو رپے انعام دیں گے۔ خیر، بڑے لوگ ہیں، ہم کیا کہہ سکتے ہیں، لیکن میں اپنی طرف سے تمھیں سو رپے انعام دیتا ہوں تاکہ تمھارے حوصلے مزید بلند ہوں۔'' انھوں نے سو رپے کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔

وہ بولا: ''سر! میں نے رپے حاصل کرنے کے لیے مضمون نہیں لکھا، مجھے تو مشیر صاحب اور آپ سے شاباشی چاہیے تھی، سو مجھے خوب مل گئی۔ یہی میرے لیے سب سے بڑا انعام ہے۔''

لیکن ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے سو رپے لینے پر مجبور کر ہی دیا۔ اس کی کلاس کے استاد ابراہیم صاحب نے بھی اسے شاباش دی اور بیس رپے انعام میں دیے۔ احمد رضا خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔

ایک ہفتے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب کلاس میں داخل ہوئے اور انھوں نے پکارا: ''احمد رضا!''

''یس سر!'' وہ دری سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی انگلیوں میں قلم دبا ہوا تھا اور انگلیاں روشنائی سے رنگین ہو رہی تھیں۔

''بھئی مبارک ہو۔'' ہیڈ ماسٹر صاحب مسکراتے ہوئے کہنے لگے: ''مشیر صاحب نے تمھارا مضمون وزارتِ تعلیم تک پہنچایا۔ وہاں سے تمھارے لیے ایک ہزار رپے کا خصوصی انعام آیا ہے۔''

انھوں نے ایک بند لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔ پھر بولے: ''اور سنو! وزیرِ تعلیم کے دستخط سے تمھارے لیے ایک سرٹی فکیٹ بھی جاری کیا گیا ہے۔ وہ سرٹی فکیٹ یہ ہے۔''

انھوں نے ایک اور لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔ پھر بولے: ''بس یا اور کوئی خوش خبری بھی سناؤں۔''

وہ کہنے لگا: ''سر! آپ تو خوش خبریاں بانٹنے والے ہیں اور کوئی خوش خبری ہو تو وہ بھی ضرور سنائیے۔''

وہ کہنے لگے: ''بھئی احمد رضا! حکومت کی طرف سے شہر میں تمھاری تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے، جتنا چاہو پڑھو، جب تک چاہو پڑھو...... یہ بتاؤ کیا بننا چاہتے ہو انجینئر یا ڈاکٹر۔''

وہ بولا: ''سر! میں آپ کی طرح ہیڈ ماسٹر بننا چاہتا ہوں۔''

انھوں نے کہا: ''صرف ہیڈ ماسٹر نہیں، بلکہ کسی یونی ورسٹی کے وائس چانسلر۔ شیخ الجامعہ...... بیٹا! میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ چند دن میں تمھارے والد سے مل کر تمھارے لیے سارے انتظامات مکمل کرا دوں گا۔''

''سر! مجھے ہر وقت آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔'' اس نے کہا۔

بے پناہ خوشیاں اس کے چہرے پر رقص کر رہی تھیں۔ علم سے محبت نے اسے عزت کی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔

☆☆☆

خاص نمبر

شمس القمر عاکف

دیر سے تھا انتظار ، آئی خوشی
پوچھیے مت خاص نمبر کی خوشی

جو زمانے میں کہیں ملتی نہیں
بخشتا ہے ''نونہال'' ایسی خوشی

لے کے آیا خاص تحفہ ساتھ میں
اس طرح سے ہوگئی دُگنی خوشی

خاص نمبر میں سبھی کچھ خاص ہے
ہر کہانی کی ہے اپنی ہی خوشی

خاص نمبر دوستوں کو دیجیے
بانٹنے سے ہے سدا بڑھتی خوشی

سب لکھاری اس کے خوش ہوں اے خدا!
ہے انھی کے دم سے یہ ساری خوشی

یہ وطن خوشیوں کا بن جائے نگر
چار سُو آئے نظر پھیلی خوشی

بادشاہ بوری میں

مسعود احمد برکاتی

یہاں سے بہت دور کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ اس کی صرف ایک ہی بیٹی تھی۔ بہت خوب صورت، لیکن بڑی ضدی اور سرکش۔ بہت سے شہزادے اس سے شادی کرنے کو تیار تھے، لیکن ضدی شہزادی صرف اپنا سر ہلا کر صاف انکار کر دیتی۔

ایک روز بادشاہ تنگ آ کر بولا: ''تم آخر کس سے شادی کرو گی؟''

شہزادی نے جواب دیا: ''اس آدمی سے جو عید کے روز صبح سویرے میٹھی، خوش بودار تازہ ناشپاتی لا دے۔''

یہ بات بہت جلد پورے ملک میں مشہور ہوگئی اور ہر شخص کہنے لگا: ''دوسرے لفظوں میں اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی سے بھی شادی نہیں کرے گی۔''

اسی ملک میں ایک ایسا نیک دل بوڑھا بھی رہتا تھا جس کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑا لڑکا موچی کا کام کرتا تھا، دوسرا درزی کا اور تیسرا لڑکا باورچی خانے میں برتن مانجھتا تھا۔

کرنا اللہ کا ایسا ہوا کہ عین عید ہی کی رات وہ بوڑھا نیک آدمی کسی جنگل سے گزر رہا تھا کہ اسے ایک درخت کی شاخوں سے لٹکتی ہوئی تین ناشپاتیاں نظر آئیں، خوش بودار، میٹھی، نرم اور تازہ ناشپاتیاں۔ وہ انھیں دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔ پھر اس نے تینوں ناشپاتیاں توڑ لیں اور سیدھا گھر آ گیا۔ گھر آ کر اس نے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا اور ایک ناشپاتی دے کر بولا: ''عید کا جوڑا پہنو اور یہ ناشپاتی اسی وقت شہزادی کے پاس لے جاؤ۔''

جوان بیٹے نے بوڑھے باپ کی حکم کی تعمیل کی۔ عید کا جوڑا پہنا، ناشپاتی کو ایک پیاری سی ٹوکری میں سجایا اور محل کی طرف چل دیا۔ وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ جنگل میں اسے

ایک عجیب وغریب بوڑھا آدمی ملا اور ٹوکری کی طرف اشارہ کر کے بولا: ''اس میں کیا ہے؟''

''تمھیں اس سے کیا؟'' نوجوان نے سختی سے جواب دیا اور اپنا راستہ لے کر چلتا بنا۔

محل میں داخل ہوتے ہی اس نے ٹوکری شہزادی کے سامنے رکھ دی۔ شہزادی نے ٹوکری کھولی، پتے ایک طرف ہٹائے اور ناشپاتی کو دیکھتے ہی بھنا گئی۔ وہ اس بُری طرح گل سڑ چکی تھی کہ نہ اسے دیکھنے کو جی چاہتا تھا اور نہ ہاتھ لگانے کو۔

گنوار نوجوان کی اس حرکت سے بادشاہ اور بھی ناراض ہوا اور دربان کو حکم دیا کہ اس بے وقوف کو کوڑے مارے جائیں۔ ذرا دیر بعد وہ اپنے زخموں کو سہلاتا، پچھتاتا اور افسوس کرتا ہوا واپس جا رہا تھا۔ اس نے باپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ پھر بوڑھے باپ نے اپنے منجھلے بیٹے کو بلایا اور بولا: ''عید کا جوڑا پہنو اور یہ ناشپاتی اسی وقت شہزادی کے پاس لے جاؤ۔''

وہ ناشپاتی ٹوکری میں سنبھالے اسی وقت روانہ ہو گیا۔ جب جنگل میں پہنچا تو وہی پراسرار اجنبی بوڑھا نمودار ہوا۔ وہ ٹوکری کی طرف اشارہ کر کے بولا: ''اس میں کیا ہے؟''

''کچھ بھی ہو تمھیں کیا واسطہ؟'' وہ بوڑھے کو جھڑکتا ہوا محل کی طرف چل دیا۔ جب محل میں پہنچ کر اس نے ناشپاتی شہزادی کو پیش کر دی تو شہزادی نے پتے ایک طرف ہٹا کر ناشپاتی پر نگاہ ڈالی، یہ ناشپاتی بھی گل سڑ چکی تھی اور اس سے بدبو کے بھبکے آ رہے تھے۔ پھر بادشاہ کے حکم پر دربان نے اسے بھی کوڑے لگائے اور وہ بڑے بھائی کی طرح منھ لٹکائے ناکام گھر کو لوٹ آیا۔ اب بوڑھے نیک آدمی نے تیسری ناشپاتی نکالی اور سب سے چھوٹے لڑکے کو دے کر بولا: ''عید کا جوڑا پہنو اور اسے فوراً شہزادی کے پاس لے جاؤ۔''

اسے بھی راستے میں وہی عجیب وغریب آدمی ملا اور ٹوکری کو دیکھ کر بولا: ''اس میں کیا ہے؟''

''اس میں ایک بڑی میٹھی، پکی ہوئی تر و تازہ ناشپاتی ہے۔ میں اسے شہزادی کے

پاس لے جا رہا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ وہ اسے دیکھتے ہی میرے ساتھ شادی پر تیار ہو جائے گی۔'' لڑکے نے اس اجنبی کو جواب دیا۔

بوڑھے نے کہا: ''تم اچھے، نیک اور خوش اخلاق لڑکے ہو۔ لو یہ چھوٹی سی طلسمی سیٹی۔ جب اسے بجاؤ گے تو اس کی آواز سن کر ہر چیز تمھارے پیچھے پیچھے بھاگی چلی آئے گی۔''

لڑکے نے اس بوڑھے کا شکریہ ادا کیا۔ سیٹی جیب میں ڈالی اور اور ہنستا کھیلتا شاہی محل میں جا پہنچا۔ شہزادی نے ٹوکری کھول کر پتے ایک طرف ہٹائے تو ایک تر و تازہ اور خوش بودار ناشپاتی کو دیکھ کر بوکھلا اُٹھی۔ وہ یہ بات سوچ کر پریشان ہو گئی کہ اسے باورچی خانے میں برتن مانجھنے والے لڑکے سے شادی کرنی پڑے گی۔

وہ ذرا دیر خاموش بیٹھی سوچتی رہی پھر بولی: ''میں تم سے ضرور شادی کروں گی، لیکن میری ایک شرط اور بھی ہے، وہ یہ کہ ہمارے باغیچے میں پورے ایک سو خرگوش موجود ہیں۔ تم ان سب کو کچھ کھلانے کے لیے لے جاؤ۔ پورے ایک ہفتے تک ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے۔ اگر تم نے یہ کام میری مرضی کے مطابق پورا کیا تو میں تم سے شادی کر لوں گی۔''

وہ سیدھا باغیچے میں آیا، جیب سے طلسمی سیٹی نکال کر زور سے بجائی اور اس کی آواز سنتے ہی سو کے سو خرگوش اس کے پیچھے چل پڑے۔ انھیں اکٹھا کرنے میں ذرا دقت نہ ہوئی۔ تیسرے روز شہزادی، کنیز کا بھیس بدلے، چھوٹے سے گدھے پر سوار ہو کر اس کے پاس آئی اور بولی: ''تمھارے خرگوش بڑے خوب صورت ہیں۔ تم ان میں سے صرف ایک خرگوش میرے ہاتھ بیچو گے۔''

''نہیں۔ یہ بکاؤ مال نہیں۔'' لڑکے نے فوراً جواب دیا: ''ہاں اگر تم اپنے گدھے کی تھوتھنی چومو تو میں ایک خرگوش تمھیں مفت دے دوں گا۔''

گدھے کی تھوتھنی چومنے کے خیال سے شہزادی نے ناک بھوں چڑھائی، لیکن برتن مانجھنے والے لڑکے سے شادی کا خیال اس سے بھی بُرا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس کا کہنا ماننے پر تیار ہوگئی۔ اسے یقین تھا کہ جب سو خرگوش میں سے ایک خرگوش کم ہوگا تو وہ شادی سے صاف انکار کردے گی۔ اس نے گدھے کی تھوتھنی چومی۔ ایک خرگوش بغل میں دبا کر یہ جا وہ جا۔

جب وہ بہت دور نکل گئی تو لڑکے نے جیب سے سیٹی نکال کر بجائی۔ سیٹی کی آواز سنتے ہی خرگوش شہزادی کے ہاتھ سے اُچھلا اور آن کی آن میں وہ دوسرے خرگوشوں کے ساتھ آملا۔

اگلے روز ملکہ ایک کنیز کا روپ دھارے اس کی پاس آئی، لیکن اپنے ارادے میں ملکہ بھی کام یاب نہ ہوسکی۔ تیسرے روز بادشاہ خود سائیس کے لباس میں اس کے پاس آیا اور ایک خرگوش حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن طلسمی سیٹی کے سامنے اس کی بھی کوئی ترکیب کام یاب نہ ہوئی۔

ایک ہفتہ پورے کرنے کے بعد لڑکے نے محل کا رخ کیا۔ اس کے سو خرگوشوں میں سے ایک بھی اِدھر اُدھر نہ ہونے پایا تھا، لیکن بادشاہ نے شہزادی کو ایک برتن مانجھنے والے لڑکے کے ساتھ بیاہنے سے صاف انکار کردیا۔ وہ بولا: ''سب سے پہلے مجھے سچ سے بھری ہوئی تین بوریاں لادو۔ اس کے بعد تمھاری شادی ہوگی۔''

لڑکا حیران و پریشان ہوکر محل سے باہر نکل گیا۔ ابھی وہ ذرا ہی دور گیا تھا کہ جنگل میں رہنے والا عجیب وغریب شخص اس کے سامنے آیا اور اسے تسلی دے کر بولا: ''یہ لو سچ سے لبالب بھری ہوئی تین بوریاں۔ انھیں ساتھ لے کر اسی وقت بادشاہ کے پاس پہنچ جاؤ۔ یاد رکھو، اسے ان تین گاہکوں والی کہانی ضرور سنانا جو تم سے خرگوش خریدنے آئے تھے۔ وہ اصل میں شہزادی، ملکہ اور بادشاہ ہی تھے۔ پھر جب تم تینوں کہانیاں سنا چکو تو زور سے سیٹی بجانا۔ اسے سنتے ہی وہ تینوں تمھاری بوریوں میں بند ہوجائیں گے۔''

لڑکا تینوں بوریاں اُٹھا کر محل میں پہنچ گیا اور سب سے پہلے شہزادی کی کہانی شروع کی جو کنیز کا لباس پہن کر اس کے سامنے آئی تھی اور خرگوش خریدنے کے لیے گدھے کی تھوتھنی تک چوم لی تھی۔ پھر اپنی کہانی ختم کرتے ہی اس نے طلسمی سیٹی بجائی اور سیٹی کی آواز سن کر شہزادی اپنے آپ بوری میں آگری اور بوری کا منھ بند ہوگیا۔ پھر اس نے ملکہ کی کہانی شروع کی، وہ بھی کنیز کا روپ دھارے خرگوش خریدنے آئی تھی۔ کہانی ختم کرنے کے بعد اس نے سیٹی بجائی اور شہزادی کی طرح ملکہ بھی دیکھتے ہی دیکھتے بوری میں بند ہوچکی تھی۔

''بس! بس۔'' بادشاہ چیخ اُٹھا، لیکن لڑکے نے کوئی پروا نہ کی اور اس سائیس کی کہانی شروع کردی جو خرگوش لینے آیا تھا۔ اس کے بعد اس نے سیٹی بجائی اور بادشاہ بھی اُچھل کر تیسری بوری میں آگرا اور گرتے ہی بولا: ''تم نے ساری باتیں سچ سچ بیان کردیں، اس لیے تم شہزادی سے شادی کرسکتے ہو۔''

بادشاہ کے منھ سے یہ سن کر اس نے تینوں کو بوریوں سے باہر نکالا۔ اس کے فوراً بعد محل میں شہنائیاں اور نقارے بجنے لگے۔ شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ شادی کے بعد شہزادی کو معلوم ہوگیا کہ اس کا شوہر تو بڑا نیک، ہوشیار اور دیانت دار ہے۔ اب اسے باورچی خانے میں برتن مانجھنے والے لڑکے سے شادی کرنے پر ذرا بھی افسوس نہ تھا بلکہ ہنسی خوشی زندگی گزر رہی تھی۔ ☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

بیت بازی

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

شاعر: الطاف حسین حالی   پسند: احمد ارسلان ملک، گھکو منڈی

جو دل کا زہر تھا، کاغذ پہ سب بکھیر دیا
پھر اپنے آپ طبیعت مری سنبھلنے لگی

شاعر: شکیب جلالی   پسند: اعظم حسین، روہڑی

کہاں سے تُو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

شاعر: علامہ اقبال   پسند: سنبل ماہین طہٰ، سرگودھا

جدھر دیکھو، اُدھر بکھرے ہیں تنکے آشیانے کے
مری بربادیوں کا سلسلہ یارب! کہاں تک ہے

شاعر: بیدم وارثی   پسند: محمد اکرم وارثی، کراچی

پہلے ہی تازہ ہوا آتی تھی کم، اس پر ستم
گھر کی دیواروں کو ہم نے اور اونچا کر دیا

شاعر: مشفق خواجہ   پسند: محمد اویس دانش خانزادہ، سکرنڈ

اچھی گزر رہی ہے دلِ خود کفیل سے
لنگر سے روٹی لیتے ہیں پانی سبیل سے

شاعر: احمد جاوید   پسند: حسام طاہر، نئی کراچی

مجروح لکھ رہے ہیں وہ اہلِ وفا کا نام
ہم بھی کھڑے ہوئے ہیں گنہ گار کی طرح

شاعر: مجروح سلطان پوری   پسند: شائلہ خاور، دیگھیر

میری غربت پہ نہ جاؤ، مجھے مفلس نہ کہو
دل تو شاہوں کا ہے، پوشاک فقیرانہ ہے

شاعر: پرنم بیالی   پسند: عائشہ خالد، کراچی

ہمیں بھی آ پڑا ہے دوستوں سے کچھ کام، یعنی
ہمارے دوستوں کے بے وفا ہونے کا وقت آیا

شاعر: پنڈت ہری چند اختر   پسند: نور الصباح، کوئٹہ

دیتا ہے یہی درس ہمیں قصۂ ماضی
حق مانگنا غاصب سے، بغاوت تو نہیں ہے

شاعر: آصف رضا رضوی   پسند: صدف جمال، ملتان

ہر قدم پر نت نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ
دیکھتے ہی دیکھتے کتنا بدل جاتے ہیں لوگ

شاعر: حمایت علی شاعر   پسند: حبیب اللہ، جعفر آباد

آ کے پتھر تو مرے صحن میں دو چار گرے
جتنے اس پیڑ کے پھل تھے، پسِ دیوار گرے

شاعر: شکیب جلالی   پسند: تحریم خان، بلال ٹاؤن

یاد بھی اس کی یہ کہتی ہوئی دل سے نکلی
ایسی اُجڑی ہوئی بستی میں بھلا کیا رہنا

شاعر: قتیل شفائی   پسند: ماہ نور یاسر، لیاقت آباد

تاریخ نے قوموں کو یہ درس دیا ہے
حق مانگنا توہین ہے، حق چھین لیا جائے

شاعر: حبیب جالب   پسند: پرنس راجا ثاقب محمود ساقی جنجوعہ، پنڈ دادن خان

کام یابی کا راز

محمد فہیم عالم

''آپ کے دوست حماد قریشی آئے ہیں۔'' انٹر کام پر اپنے سیکرٹری کا یہ جملہ سن کر خاور سلیمی کا چلتا ہوا قلم رک گیا۔

''کیا!'' یہ سن کر خاور سلیمی اُچھل پڑے۔ انھوں نے فوراً ریسیور پٹخا اور دروازے کی طرف چھلانگ لگائی، باہر انتظار گاہ میں اُن کے دوست حماد قریشی بیٹھے تھے۔

''آہا...... حماد، میرے دوست!'' خاور سلیمی اُن کی طرف محبت سے بازو پھیلاتے ہوئے لپکے اور گلے لگا لیا۔ خاور سلیمی نے حماد قریشی کو اتنا زور سے دبا دیا کہ حماد قریشی کو اپنی پسلیاں ایک دوسرے میں گھستی محسوس ہونے لگیں۔ حماد قریشی دھان پان سے آدمی تھے جب کہ خاور سلیمی خوب موٹے تازے تھے۔ جب وہ خوب جی بھر کر مل چکے تو وہ محبت سے حماد قریشی کا ہاتھ تھامے اپنے آفس میں آ گئے۔ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ وہ دونوں بچپن کے دوست تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد خاور سلیمی نے تو اپنے والد کا پرنٹنگ پریس سنبھال لیا۔ چھوٹا سا پریس ان کی محنت، لگن اور مسلسل جدوجہد سے ایک بڑے ادارے کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ دوسری طرف حماد قریشی نے تجارت کا کام شروع کیا تھا اور اُس کا کام بھی کافی اچھا جا رہا تھا۔ دونوں دوست ایک ہی شہر میں رہتے تھے، لیکن کاروباری مصروفیات کی وجہ سے اُن کی آپس میں ملاقات کم ہی ہوتی تھی، لیکن جب بھی ہوتی، خوب جم کر ہوتی تھی۔ اس دوران ملازم چائے اور بسکٹ وغیرہ میز پر رکھ چکا تھا۔

گفتگو کے دوران انٹر کام کی گھنٹی گنگنا اُٹھی: ''سر! وہ بشیر اینڈ سنز کے منیجر آئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' اُن کے سیکرٹری نے اطلاع دی۔

''اس وقت میرے دوست حماد قریشی آئے ہوئے ہیں اور تمھیں معلوم ہے کہ جب حماد قریشی آتے ہیں تو میں کسی سے بھی نہیں ملتا، لہٰذا تم اُن سے معذرت کرلو اور کہہ دو کہ کسی اور وقت آ کر مل لیں۔''

اس سے پہلے کہ خاور سلیمی ریسیور رکھتے، اُن کا سیکرٹری جلدی سے بولا: ''سر! وہ آپ سے ابھی ملنا چاہتے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا، ابھی کل ہی ہمارے پریس سے اُن کے ادارے کی کتاب چھپی ہے۔ وہ کافی غصے میں دکھائی دے رہے ہیں۔ مجھے لگتا ہے، شاید کتاب میں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔''

''ٹھیک ہے، تم اُن کو میرے آفس میں بھیج دو۔'' وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

چند ہی لمحوں بعد بشیر اینڈ سنز کا منیجر اُن کے سامنے تھا۔

''خاور صاحب! یہ دیکھیے، یہ کتاب چھاپی ہے آپ لوگوں نے۔ اس کی کٹنگ دیکھیں! کتنے بے ڈھنگے اور بھدے انداز میں کی گئی ہے۔'' منیجر آتے ہی ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب خاور سلیمی کے سامنے لہراتے ہوئے اُن پر برس پڑا۔

''اگر ایسی بھدی کتاب مارکیٹ میں آ گئی تو ہمارے ادارے کی ساکھ ختم ہو جائے گی۔'' منیجر غصے کے عالم میں بولتا چلا گیا۔

''لیکن جناب! آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں۔ نقصان تو ہمارا ہوا ہے، پریشان تو ہم کو ہونا چاہیے۔'' خاور سلیمی پُرسکون لہجے میں بولے۔

''آپ کا نقصان...... کیا مطلب؟'' منیجر نے حیرت سے خاور سلیمی کی طرف دیکھا اور منیجر ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا: ''بھلا آپ کا اس میں کیا نقصان ہے۔ آپ تو کتاب چھاپ کر ہمیں دے چکے ہیں۔ خسارہ تو ہمارا ہی ہوگا۔''

''اس میں آپ کے ادارے کی کوئی غلطی نہیں ہے، تو پھر آپ خسارہ کیوں برداشت کریں۔ جو کچھ بھی ہوا، ہماری غلطی کی وجہ سے ہوا، آپ کو صحیح کام دینا ہماری ذمے داری ہے، لہٰذا تمام نقصان ہم برداشت کریں گے۔ ہم آپ کو دوبارہ دوسری کتاب چھاپ کر دیں گے، چاہے اس میں ہمیں کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔''

خاور سلیمی کے لہجے میں موجود ٹھیراؤ اور مضبوطی نے منیجر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اُسے خاور سلیمی سے اس لہجے میں ہرگز توقع نہیں تھی۔ وہ تو سوچ رہا تھا کہ خاور سلیمی بھی جواب میں اُس کو آڑے ہاتھوں لیں گے۔ بحث و مباحثہ ہوگا اور خاور سلیمی اپنی غلطی ماننے سے صاف انکار کردیں گے، لیکن انھوں نے تو اپنی غلطی کا فوراً اعتراف کیا تھا۔ خاور سلیمی کی اس بات نے منیجر کا دل جیت لیا۔

''تت...... تو کیا آپ لاکھوں کا نقصان خود برداشت کریں گے؟'' اُس نے بے یقینی سے خاور سلیمی کی طرف دیکھا، کیوں کہ انھوں نے کتاب کافی تعداد میں چھپوائی تھی۔

''جی ہاں۔'' خاور سلیمی نے اعتماد سے کہا۔

''نہیں...... نہیں سارا نقصان آپ نہیں بھریں گے۔ میں اپنے ادارے کے مالک سے بات کروں گا، شاید کوئی صورت نکل آئے۔'' منیجر جلدی سے بولا۔

خاور سلیمی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ''نہیں بھئی، میں اب آپ کے ادارے سے ایک روپیہ بھی وصول نہیں کروں گا، کیوں کہ مجھے میرا پورا معاوضہ مل چکا ہے، لیکن افسوس! میں آپ کو درست کام نہ دے سکا، اس بات پر میں آپ لوگوں سے معذرت خواہ ہوں۔''

منیجر نے کچھ سوچ کر کہا: ''اس کی ایک صورت ہوسکتی ہے۔''

خاور سلیمی بولے: ''ایک صورت تو کیا میں ہزار صورتیں ماننے کو تیار ہوں۔''

''وہ صورت یہ ہے کہ کتابوں کی غلط کٹنگ کو درست کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ اپنی کوشش میں کام یاب ہوگئے تو کتاب دوبارہ چھاپنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''تو پھر آپ آیئے میرے ساتھ۔'' خاور سلیمی بولے۔

اور اُن کو ساتھ لے کر کٹنگ ہال میں لے آئے، ایک نئی کٹنگ مشین سے خاور سلیمی نے نہایت احتیاط سے کٹوا کر کتاب کے چاروں کونوں کو برابر کر دیا۔ یوں کتاب بالکل درست حالت میں ہوگئی۔

''واہ بھئی واہ، بہت خوب! مزہ ہی آ گیا۔ آپ ایسا کیجیے، ساری کتابیں ایسے ہی درست کروا دیجیے۔ میں آج ہی تمام کاپیاں آپ کو واپس بھجوا دیتا ہوں۔'' منیجر خوش ہو کر بولا اور رخصت ہوگیا۔

حماد قریشی بڑی دل چسپی سے یہ باتیں سن رہے تھے۔ خاور سلیمی بولے: ''حماد میرے دوست! میرا ایک اصول ہے۔ گاہک کی نظر میں جو غلطی ایک انچ کی ہوتی ہے، میں اس کو ایک فٹ کے برابر ماننے کو تیار ہوتا ہوں اور کسی بھی کاروبار کی کام یابی کے لیے یہ اصول بے حد اہم ہے۔ گاہک کو مطمئن کر کے آپ گاہک کو کسی بھی بات پر راضی کر سکتے ہیں، بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ اگر میرے کام میں کوئی غلطی ہوگئی ہو اور میری نظر میں آ جائے تو میں خود ہی گاہک کو بتا دیتا ہوں کہ مجھ سے فلاں غلطی ہوگئی ہے۔ جو صورت ہو بتاؤ، میں اس کے لیے تیار ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گاہک کو ہمدردی ہو جاتی ہے اور بغیر کسی بدمزگی کے معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔'' خاور سلیمی بولتے جا رہے تھے۔ اب حماد قریشی سمجھ گئے تھے کہ خاور سلیمی نے اپنے چھوٹے سے کارخانے کو اتنا بڑا پریس کیسے بنا لیا، اُن کی کام یابی کا راز ان کی ایمان داری تھی۔

☆

جنگل نیوز

محمد طارق سمرا

ٹوں......ٹوں......ٹوں

السلام علیکم......! گرمی کا مہینا ہے، بارشوں کا موسم اور دن کا تیسرا پہر......!

جنگل نیوز کے ساتھ حاضر ہے ٹوٹو بندر......!

اور بی بی بطخ......!

سب سے پہلے ہیڈ لائنز

☆......جنگل کے پہلے نیوز چینل کا آغاز، جانوروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، انسانوں کی دنیا سے بچوں کا پر جوش خیر مقدم، بڑوں کو تشویش

☆......انسانوں کو جانور بننے سے روکا جائے۔ جنگل اسمبلی میں متفقہ قرارداد منظور

☆......جنگلی کابینہ نے جنگل میں منگل منانے پر پابندی عائد کر دی

☆......جنگل میں انسان گھر بنایا جائے۔ جنگل اپوزیشن کا مطالبہ

خبروں کی تفصیل ایک بریک کے بعد

....

(وقفے کے بعد بی بطخ پہلی خبر نشر کرتی ہیں)

☆......جنگل کے پہلے باقاعدہ نیوز چینل کا آغاز کر دیا گیا ہے، جس سے جنگل کے تمام جانوروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح ہمیں اپنی آواز انسانوں تک پہنچانے میں مدد ملے گی اور انسانوں اور جانوروں کے درمیان تعلقات میں خوش گوار تبدیلی آئے گی۔

اس موقع پر موروں کی خوشی دیدنی تھی۔ موروں کے سردار نے اپنی خوشی کا اظہار

کرتے ہوئے کہا کہ اب انسانوں کی پرانی شکایت دور ہو جائے گی کہ ''جنگل میں مور ناچا، کس نے دیکھا۔'' اب دنیا بھر کے انسان، جنگل نیوز کے ذریعے سے ہمارا ناچ گھر بیٹھے دیکھ سکیں گے۔

(خبر کا بقیہ حصہ ٹوٹو بندر پیش کرتے ہیں)

☆......جنگل نیوز کی خبر جب انسانوں کی دنیا میں پہنچی تو بچوں نے اس کا پُرجوش خیر مقدم کیا اور کہا ہمیں تو پہلے ہی جانور اور پرندے بہت اچھے لگتے ہیں۔ جنگل بھی بہت اچھا لگتا ہے، یعنی بچوں کا جانوروں اور پرندوں کے ساتھ محبت کا گہرا رشتہ ہے۔ جنگل نیوز کے ذریعے سے ہمیں جنگل کے قوانین، جانوروں کے ماحول اور ان کی پسند ناپسند اور ان کے رہن سہن کے بارے میں معلومات ملتی رہے گی۔ جب کہ انسانوں کی دنیا سے بڑوں نے جنگل نیوز کے اجرا پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کہیں جانوروں کا ماحول دیکھ دیکھ کر ہمارے بچے جانوروں کی سی حرکتیں نہ کرنے لگ جائیں۔

(کیمرا بی بطخ کو فوکس کرتا ہے اور وہ اپنی عینک سنبھالتے ہوئے اگلی خبر نشر کرتی ہیں)

☆......گزشتہ روز جنگل اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا، جو کئی گھنٹے جاری رہا۔ اس اجلاس میں پرزور مطالبہ کیا گیا کہ انسانوں کو جانور بننے سے روکا جائے۔ انسانوں کا جانور بننا، نہ صرف جانوروں کی بدنامی کا سبب بن رہا ہے بلکہ خود انسان کو خالقِ کائنات کی طرف سے عطا کیے گئے ''اشرف المخلوقات'' کے منصب کے بھی خلاف ہے۔

یہ اجلاس بڑی ندی کے پار گھنے درختوں کے جھنڈ میں ہوا، جس کی صدارت جناب ببر شیر نے کی۔ اس اجلاس میں تمام جانوروں کے منتخب نمایندے موجود تھے۔

اس موقع پر اپوزیشن لیڈر جناب کالو چیتے نے بھی دھواں دار تقریر کی اور جنگل کے صدر جناب ببر شیر پر گہری تنقید کی اور ان کے اس مطالبے کو غیر ضروری قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر جانور انسانوں جیسی حرکتیں کر سکتے ہیں تو انسانوں کو بھی جانوروں جیسی حرکتیں

کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ توتے میاں انسانوں کی طرح بولتے بھی ہیں۔ بندر انسانوں کی بھرپور نقالی کرتے ہیں اور چڑیاں تو اکثر و بیشتر انسانوں کے ساتھ ہی رہنا پسند کرتی ہیں، بلکہ یہ اس مکان سے اپنا گھونسلا ختم کر لیتی ہیں، جس کو انسان چھوڑ کر دیتے ہیں۔

کالو چیتے کے ان خیالات پر جناب صدر کے حمایتی جانوروں نے خوب شور مچایا، جس سے اپوزیشن اور حکومتی ارکان میں تکرار شروع ہو گئی۔ قریب تھا کہ اجلاس مچھلی منڈی اور سبزی منڈی کا نقشا پیش کرتا کہ اسی لمحے اجلاس میں شریک ایک ہاتھی نے اپنی سونڈ میں پانی بھر کر سب پر پھینکتے ہوئے انھیں خاموش ہونے کی تلقین کی۔ چوں کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں ہوتا ہے، اس لیے مجبوراً سب جانوروں کو خاموش ہونا پڑا۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ لہرا کر انتہائی مدبرانہ انداز میں کہا: ''انسان ہو یا جانور سب کو اپنا اپنا احتساب خود کرنا چاہیے، اگر ہر جان دار خالقِ کائنات کی طرف سے عائد کی گئی ذمے داری کو سمجھے اور اسی کے مطابق عمل کرے تو جنگل ہو یا انسانی آبادی، ہر جگہ امن کا گہوارہ اور جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

(جونہی بی بی بطخ خبر مکمل کرتی ہیں، کیمرا ٹوٹو بندر کو فوکس کرتا ہے، جو بے دھیانی میں اپنی ٹائی کی ناٹ درست کرنے میں مگن ہوتے ہیں۔ کیمرا مین کا اشارہ پا کر چونک کر سیدھے ہوتے ہیں اور اپنی نیلی نیلی بٹن جیسی آنکھوں سے کیمرے کو گھورتے ہوئے اپنے حصے کی خبر پڑھتے ہیں)

☆......جنگل کابینہ نے اپنے ہنگامی اجلاس میں جنگل میں منگل یعنی پکنک منانے پر کچھ عرصے کے لیے پابندی عائد کر دی ہے۔ تفصیلات کے مطابق پروفیسر اُلّو نے جنگل حکومت کو ایک رپورٹ پیش کی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ اکثر و بیشتر انسان اور بچے جنگل میں پکنک منانے آتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ مزے مزے کی کھانے پینے کی چیزیں بھی لاتے ہیں، جو وہ ساری کی ساری خود ہڑپ کر جاتے ہیں اور آس پاس درختوں پر بیٹھے پرندے حسرت سے انھیں دیکھتے رہ جاتے ہیں، جس سے نہ صرف ان میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے، بلکہ ان کے دل میں انسان کی عظمت بھی کم ہوتی ہے۔ پکنک کے لیے آنے والے انسان چپس، بسکٹ اور چاکلیٹ کے ریپر، پیکٹ اور جوس کے خالی ڈبے اور شیشے کی بوتلیں یونہی اِدھر اُدھر پھینک دیتے ہیں، جس سے نہ صرف جنگل گندا ہو جاتا ہے، بلکہ ماحولیاتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے، جو جانوروں اور پرندوں کی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے۔

پروفیسر اُلّو کی اس رپورٹ پر حکومت نے فوری ایکشن لیتے ہوئے جنگل میں پکنک منانے پر عارضی طور پر پابندی عائد کر دی ہے اور کہا ہے کہ اگر انسانوں نے اپنا رویہ نہ بدلا تو یہ پابندی مستقل بھی کی جا سکتی ہے۔

☆......جنگل اپوزیشن نے مطالبہ کیا ہے کہ جس طرح انسانوں کی دنیا میں انسانی بچوں کی تفریح اور معلومات کے لیے چڑیا گھر بنائے گئے ہیں، اسی طرز پر جنگل میں جانوروں کے بچوں کی تعلیم و تربیت اور معلومات میں اضافے کے لیے ''انسان گھر'' بنائے

جائیں، جہاں مختلف نسلوں کے انسانوں کو رکھا جائے، تاکہ جانوروں کے بچے ان کی خصلت اور عادات سے آگاہ ہو سکیں۔ اپوزیشن کے ارکان جن میں کالا مگر مچھ اور ''اُڑن چھو'' باز نمایاں تھے، انھوں نے اپنے مطالبے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس فیصلے سے جانوروں کے بچوں کو انسانوں سے اپنا تحفظ کرنے میں خاصی مدد ملے گی، تاہم جنگل سرکار نے اس مطالبے کو ناقابل عمل قرار دے کر مسترد کر دیا ہے اور یہ جواز پیش کیا ہے کہ انسان فطری طور پر آزادی پسند ہے اور غلامی سے نفرت کرتا ہے۔ نیز اس عقل مند مخلوق کو پنجرے میں قید رکھنا ہم جانوروں کے بس کی بات نہیں ہے۔

خبر نامے کے آخر میں کیمرا باری باری دونوں میزبانوں کو دکھاتا ہے اور بی بی بطخ مسکراتے ہوئے کہتی ہیں: ''اس کے ساتھ ہی جنگل نیوز کے خصوصی بلیٹن کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اپنے میزبان ٹوٹو بندر اور بی بی بطخ کو اگلے بلیٹن تک اجازت دیجیے، اللہ حافظ۔''

☆☆☆

بلاعنوان انعامی کہانی

ڈاکٹر عمران مشتاق - یوکے

جنگل کے سارے جانور لگی بندھی زندگی سے اُکتا چکے تھے۔ جنگل میں کوئی خاص ہل چل نہیں تھی، بس وہی ایک مخصوص معمولاتِ زندگی۔ لومڑ نے اس بات کا ذکر سیاہ چیتے سے کیا۔ چیتے نے یہ بات جنگل کے بادشاہ شیر کو بتائی۔ ہاتھی بھی اُس وقت وہاں موجود تھا۔

"کچھ دل چسپی کا سامان ضرور ہونا چاہیے۔" شیر نے اپنی بھاری آواز میں اعلان کیا۔

"مگر کیا؟" ہاتھی نے جان کی امان پائے بغیر پوچھا۔ وہ شیر سے بالکل نہیں ڈرتا تھا اور شیر جنگل کا بادشاہ ہونے کے باوجود کوشش کرتا تھا ہاتھی سے جھگڑا نہ مول لے۔

"کچھ ایسا ہو کہ مزہ آجائے اور اُکتاہٹ دور ہو۔" جواب سیاہ چیتے کی طرف سے آیا۔ شیر نے اُسے خشمگیں نگاہوں سے گھورا، مگر وہ سیاہ چیتے کی عیاری سے واقف تھا،

اس لیے بات بڑھانے سے گریز کیا۔

''تو پھر منادی کر دو کہ جلد ہی جنگل میں جشن ہوگا۔ اس سلسلے میں جو بہترین تجویز پیش کرے گا، اُسے جنگل کے شہنشاہ شیر کی جانب سے خصوصی انعام دیا جائے گا۔'' اُس نے کن انکھیوں سے ہاتھی اور سیاہ چیتے کی طرف دیکھا کہ کہیں اُن کو اُس کے شہنشاہ کہنے پہ اعتراض تو نہیں، جب شیر نے دیکھا کہ وہ متوجہ نہیں تو وہ مزید ''شیر'' ہوگیا۔ اُس نے فوراً احکام جاری کیے۔

بندر کی ڈیوٹی لگی کہ جگہ جگہ منادی کرے۔ بندر شیر سے ڈرتا بہت تھا، لیکن تھا بڑا کام چور، شیر کا ''دربار'' برخاست ہوتے ہی وہ اپنے کام پر چل پڑا۔ اُسے راستے میں جو بھی ملتا، وہ اُس کی ڈیوٹی لگا دیتا کہ دوسروں کو بھی بتا دے۔

''بھائی بھیڑیے! ذرا لومڑی کے کان میں بھی یہ بات ڈال دینا۔'' بھیڑیے کو

دیکھتے ہی اُس نے کہا۔

''تمھاری اتنی جرات کہ مجھے حکم دو۔'' بھیڑیے نے غرّا کے پنجہ مارا۔ بندر ایک چھلانگ میں اُس سے دور درخت پہ چڑھ چکا تھا۔

''ارے حضور! میری ایسی جرات کہاں۔ میں تو در حقیقت آپ کو ہی جنگل کا بادشاہ سمجھتا ہوں، لیکن کیا کروں، جنگل کے موجودہ بادشاہ شیر نے یہ ڈیوٹی میرے ذمے لگائی ہے، اس لیے آپ کے حضور منھ کھولنے کی جسارت کی۔'' بندر نے خوشامدانہ انداز اختیار کیا۔ بھیڑیے نے جب دوبارہ بندر کی طرف دیکھا تو اُس کی نظر میں نرمی تھی۔

''چلو، اب تم کہتے ہو تو میں یہ بات چوہے، جنگلی کتے اور لکڑ بگھے کے کانوں میں ڈال دوں گا۔ میں اُدھر ہی جا رہا ہوں۔'' بھیڑیے کے جاتے ہی بندر نے ''بلا'' کے ٹلنے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

بندر نے لومڑی، نیل گائے، بھینسے، خرگوش، بھالو اور کالے ریچھ تک شیر کا پیغام پہنچایا۔ اُس نے کالے ریچھ سے درخواست کی کہ بھورے ریچھ کو بھی بتا دے۔

''میں تمھارا نوکر ہوں؟ نہیں، اُسے خود ہی جا کے بتاؤ۔'' کالے ریچھ نے غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے کہا۔ بندر کو معلوم نہیں تھا کہ حال ہی میں کالے اور بھورے ریچھ کے بیچ لڑائی ہوئی تھی اور آج کل ان کی بول چال بند تھی۔

''ناراض نہ ہو، میں ہی کہہ دوں گا۔'' بندر نے اُسے جاتے دیکھ کر کہا اور بُرا سا منھ بھی بنایا۔

''اتنا سا کام کرتے ہوئے بھی موت آتی ہے۔'' بڑبڑاتے ہوئے وہ آگے روانہ ہوا۔ شام تک وہ تھک کے چُور ہو چکا تھا۔

''جس دن میں جنگل کا بادشاہ بنا تو یہی کام میں شیر کے سپرد کر دوں گا۔'' وہ گھر میں بیٹھا شیخ چلی کے خواب بُن رہا تھا۔

"بند کرو یہ بکواس۔ اگر تمھاری نامعقول بات شیر نے سن لی تو تمھارے ساتھ ساتھ میں اور میرے بچے بھی زیرِ عتاب آجائیں گے۔" بندر کی بیگم یعنی بندریا نے اُسے ڈانٹ پلائی تو وہ ہوش میں آیا۔

"کسی نے سن تو نہیں لیا؟" وہ ڈرے ڈرے انداز میں پوچھنے لگا۔

"ہم نے سن لیا ہے۔ ہاہاہا۔" بندر کے بچوں نے خوخیاتے ہوئے دانت نکالے۔

"کم بختو! خبردار، جو اب منھ کھولا۔ درختوں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" بندر نے خوف زدہ انداز میں آس پاس کے درختوں پہ نظر دوڑائی۔

☆..........☆..........☆

اعلان ہونے کے اگلے ہی دن بہت سارے جانور اپنی اپنی تجویزیں لے کر جنگل کے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوگئے۔ آخر شیر نے ہاتھی کی تجویز پہ پسندیدگی کا اظہار کیا۔

ہاتھی نے کہا: "جنگل کے سارے جانوروں کے درمیان ایک مقابلہ کروایا جائے، جو جیت جائے، اُسے جنگل کا بادشاہ انعام دے۔ یہ بادشاہ پہ منحصر ہے کہ وہ کیا انعام دیتا ہے۔"

ہاتھی نے مزید کہا: "مقابلہ یہ ہے کہ ہر جانور یہ ثابت کرے کہ اُس کی کھال کیسی ہے؟ مطلب یہ کہ کتنی خوب صورت اور کتنی مفید ہے؟"

شیر ابھی ابھی نہا کر تالاب سے نکلا تھا۔ اُس نے اپنی صاف جلد پر نظر ڈالی۔ وہ دھوپ میں چمک رہی تھی۔ اپنی جلد کی خوب صورتی کو دیکھتے ہوئے اُس نے فوراً ہاتھی کی تجویز کی منظوری دے دی۔

"اگر کسی کو اعتراض ہو تو بتائے!" شیر نے "جمہوری نظر" سے سب کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

شیر کی "جمہوری نظر" سے سب جانور واقف تھے، اس لیے کسی جانور نے چوں تک نہ کی۔ ہاتھی کی اپنی تجویز تھی، اُسے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ سیاہ چیتا آج کل شیر سے اچھے تعلقات رکھنا چاہ رہا تھا، اس لیے خاموش رہا۔ بھینسے نے ڈکرا کے کچھ کہنا چاہا، مگر پھر "جمہوری نظر" میں تیرتی سرخی دیکھ کر چپ رہنے میں ہی عافیت جانی۔ بھورے اور کالے ریچھ کی نگاہیں ایک دوسرے پہ جمی ہوئی تھیں اور دونوں ہی غصے میں تھے۔

"حضور! مقابلے کا جج کون ہوگا؟" بندر نے خوشامدی لہجے میں پوچھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید یہ سعادت اُسی کے حصے میں آجائے۔

"فیصلہ میں کروں گا۔" شیر کی ایک زبردست دہاڑ سے سارا جنگل گونج اُٹھا۔

"میرا خیال ہے کہ جج کے فرائض میں انجام دوں۔ میں مقابلے میں شریک نہیں ہونا چاہتا۔" ہاتھی نے آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کیں تو شیر کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"میں جج بنوں گا۔" بندر نے دل ہی دل میں ہاتھی کی نقل اُتاری: "کم بخت! موٹی کھردری جلد والا پہاڑ، جانتا ہے کہ خود تو کبھی بھی نہیں جیت سکتا۔"

"میں ہاتھی کی تائید کرتا ہوں۔" سیاہ چیتا بول پڑا۔

"میں بھی...... میں بھی۔" تیندوے، بھینسے، بھیڑیے اور جنگلی گھوڑے نے بھی تائید کی۔

ننھے کالے چوہے نے بھی کم زور سی آواز میں تائید کی، مگر اس بات کا خیال رکھا کہ شیر کی نظر اُس پہ نہ پڑ جائے۔

شیر نے ہاتھی کے اتنے سارے حمایتی دیکھ کر اپنی "جمہوری نظر" کی سرخی کو نرمی سے بدلنے کا فوراً فیصلہ کر کے سب جانوروں کے دل جیت لیے۔

تین دن بعد مقابلے کا دن رکھا گیا۔ اب ہر جانور اپنی جلد کی حفاظت کر رہا تھا اور

اُسے سنوارنے اور چمکانے میں مصروف تھا۔ بزرگوں سے سیکھے گئے، ٹوٹکے کام میں لا
جارہے تھے۔ بندر اور نیل گائے نے موقعے کی مناسبت سے اپنی اپنی ساسوں سے دو
کرلی تھی، ورنہ دونوں کی اُن سے نہیں بنتی تھی۔ ساسوں نے خوب صورت نظر آنے کے گ
آزمودہ نسخوں سے اُن کی مدد کی۔ بندریا تو خصوصاً اپنی ساس سے بہت متاثر ہوئی تھی او
اُس نے یہ سوچا تھا کہ اگر وہ جیت گئی تو انعام میں سے اپنی ساس کو بھی حصہ دے گی۔

آخر مقابلے کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے بھورے ریچھ کو دعوت دی گئی۔

''میری جلد بے حد ملائم ہے۔ نامراد شکاری میرا شکار اس لیے کرتے ہیں ک
میری کھال کے کوٹ بنا کر مہنگی قیمت میں بیچ سکیں۔'' بھورے ریچھ نے اپنی جلد کے
بارے میں معلومات فراہم کیں۔

''میری جلد ویسے تو بہت چکنی ہے، مگر میرا زیادہ استعمال سائنس داں کرتے
ہیں۔ جلد کے علاوہ مجھے پورے کا پورا ہی تجربات کی نذر کردیتے ہیں۔ میں نے انسانیت کی
بڑی خدمت کی ہے۔'' ننھے چوہے نے اپنی باری آنے پر بتایا۔

اب سیاہ چیتے کو ہاتھی نے دعوت دی۔ سیاہ چیتے نے بڑے فخر سے کہا: ''میری جلد
پہ خوب صورت نشانات بنے ہوئے ہیں۔ انسان تو میری جلد کا دیوانہ ہے۔''

ہاتھی نے بہت سوچنے کے بعد تیندوے کو اگلی باری دی۔ تیندوے نے سب کے
علم میں اضافہ کیا: ''میری کھال بہادر انسان اپنے گھر کی بیٹھک میں بڑے فخر سے لگاتے
ہیں۔ اپنے دوستوں کو دکھاتے ہیں۔''

''اب اگلی باری......'' ہاتھی نے اعلان کیا۔

''ٹھیرو......'' جنگل کے بادشاہ نے مداخلت کرنی ضروری سمجھی: ''سیاہ چیتے اور
تیندوے کے بعد اصولی طور پر میری باری ہونی چاہیے، بلکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سب سے

پہلے مجھے ہی بلایا جاتا، مگر خیر کوئی بات نہیں۔ میں جمہوریت کا قائل ہوں۔''

''بالکل، بالکل۔'' بندر نے فوراً تالیاں بجا کے شیر کے اصولی موقف کی تائید
کی۔ چوہے اور لومڑی نے بھی جب بندر کی ہاں میں ہاں ملائی تو ہاتھی نے بھی جنگل کے
بادشاہ کے اصولی اعتراض کو مان لیا۔

شیر نے کہا: ''بنانے والے نے مجھے طاقت ور اور خوب صورت بنایا، تاکہ میں
جنگل کی بادشاہت کرتے ہوئے جانوروں کے ساتھ انصاف کرسکوں۔ اب اس میں کسی
شک وشبہے کی گنجایش ہی نہیں کہ میری جلد جیسی خوب صورتی اللہ نے کسی کو نہیں دی۔ اگر
صرف رنگ ہی کو لے لیں تو ایسا رنگ بھلا کسی اور کو ملا ہے؟''

''کیوں نہیں، اونٹ کا رنگ بھی شیر سے ملتا ہے اور میرا بھی۔'' لومڑی نے بندر
کے کان میں سرگوشی کی۔

''اگر بادشاہ سلامت کہہ رہے ہیں تو یہ رنگ صرف انھی کے لیے ہے۔'' بندر کو
گھبراہٹ ہورہی تھی کہ اگر کسی اور نے سن لیا تو اُس کی کم بختی آجائے گی۔ شیر ویسے بھی اُس کے
تعلقات لومڑی سے پسند نہیں کرتا تھا اور وہ خود بھی لومڑی کے مکروفریب سے بخوبی واقف تھا۔

شیر کہہ رہا تھا: ''ویسے تو میرا شکار بہت مشکل ہے، لیکن اگر کوئی انسان خوش قسمتی
سے کام یاب ہو ہی جائے تو اپنی بیٹھک میں سب سے اونچی جگہ پر میری کھال نہایت
احترام سے لگاتا ہے، یعنی تیندوے، سیاہ چیتے اور بارہ سنگھا سے بھی اوپر۔''

سیاہ چیتے اور تیندوے نے غصے سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ بارہ سنگھے نے
اپنے بارہ سینگوں کو زور سے ہلایا تو تھوڑی دیر کے لیے وہ خود مٹی کے غبار میں چھپ گیا۔

ہاتھی بھی کن انکھیوں سے سب دیکھ رہا تھا، معاملے کو سنبھالنے کے لیے مداخلت
کر بیٹھا: ''میرا خیال ہے کہ آپ کی باری پوری ہوچکی ہے۔''

شیر نے بُرا مناتے ہوئے کہا: ''اپنا خیال اپنے پاس ہی رکھو، فیصلہ تو ہمیشہ ہم ہی کرتے ہیں۔ لوگوں کو اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہیے۔''

خدا خدا کر کے شیر کی باری ختم ہوئی۔

ہاتھی نے اعلان کیا: ''اب کچھوے کو تیار ہو جانا چاہیے۔ جب تک وہ تیار ہو کر میدان میں پہنچتا ہے، تب تک تین چار لوگوں کی باری پوری ہو جائے گی۔''

کالے ریچھ کو دعوت ملی تو وہ بھورے ریچھ کی جانب نفرت سے تکتے ہوئے کہنے لگا: ''بھورے رنگ کے مقابلے میں سیاہ کھال کی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔''

''یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ جج کو اس کی باتوں پہ یقین کرنے کے بجائے کسی شکاری سے بات کرنی چاہیے، تاکہ دودھ کا دودھ اور شہد کا شہد ہو سکے۔'' بھورے ریچھ نے کالے ریچھ کی تردید کرنا ضروری سمجھا اور کسی کو اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ وہ محاورہ غلط بول گیا ہے۔ صحیح محاورہ ہے: ''دودھ کا دودھ پانی کا پانی۔'' اس نے کہا: ''بادشاہ سلامت کو بھی اس کا نوٹس لینا چاہیے، کیوں کہ اس نے بھورے رنگ پہ کالے رنگ کو ترجیح دے کر اُن کو بھی توہین کی ہے۔'' بھورے ریچھ نے بڑی چالاکی سے شیر کے بھورے رنگ کی طرف اشارہ کر کے کالے ریچھ کے لیے مشکل پیدا کر دی۔

''کالے منھ والے! تمھیں اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ میں تمھیں مقابلے سے خارج کرتا ہوں۔ باقی سزا کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔'' شیر نے دہاڑتے ہوئے حکم جاری کیا۔

''سرکار! غلطی ہو گئی۔ معاف کر دیں۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا، جو آپ نے لیا۔'' کالا ریچھ گڑگڑانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک غصے بھری نظر مسکراتے ہوئے بھورے ریچھ پر بھی ڈالی۔

''تمھاری اتنی جرات کہ تم یہ کہو کہ حضور میں ذرا بھر بھی عقل نہیں۔ یہ کہہ کر تم نے

اپنی سزا کو بڑھا لیا ہے۔'' بندر نے بھی اپنا پرانا بدلہ چکانے کی کوشش کی۔ کالے ریچھ نے ایک بار پنجہ مار کر اُسے زخمی کر دیا تھا۔

''اس ناہنجار کو ہماری نظروں سے دور کیا جائے۔ ایک سخت سزا اس کی منتظر ہے۔'' شیر نے چلاتے ہوئے کہا۔ اس کے حکم کی فوری تعمیل ہوئی۔

شیر کا غصہ جب کچھ کم ہوا تو مقابلہ پھر شروع ہوا۔ جنگلی بلی اور نیل گائے نے اپنی جلد کی خوب صورتی بیان کی۔ اُن کے بعد کچھوا چوں کہ مقابلے کے مقام تک پہنچ چکا تھا، اس لیے اُسے موقع دیا گیا۔

''اللہ نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے۔ میری جلد میری حفاظت کرتی ہے، خصوصاً میری پشت پہ رکھا ہوا خول اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے میری جلد ہی سب سے پیاری ہے۔'' اس نے سر جھکا کے کہا۔

شر پسند بندر نے کچھوے کی طرف دیکھتے ہوئے طنز کیا: ''اس بدرنگ گوبڑ کو تم پیارا کہہ رہے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور بُرا مان جائیں۔''

''بندر! تم بیٹھ جاؤ، فتنہ نہ پھیلاؤ۔'' ہاتھی نے شیر کے بولنے سے پہلے ہی بندر کو ڈانٹتے ہوئے کہا: ''میری جلد بھی موٹی ہے اور دنیا کی نظر میں بے رنگی ہو سکتی ہے، مگر میرے لیے بہترین ہے کہ مجھے موسم کی سختیوں سے بچاتی ہے۔''

جب سارے جانور اپنی باری لے چکے تو ہاتھی نے وقفے کا اعلان کیا، تاکہ وہ نتیجہ مرتب کر سکے۔ جب آدھا گھنٹہ گزر گیا تو شیر سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ دہاڑتا ہوا اُٹھا۔ ''فیصلہ کرنا کوئی ایسا مشکل تو نہیں، نہ جانے ہاتھی اتنی دیر کیوں لگا رہا ہے، اسی لیے فیصلہ میں کرنا چاہتا تھا۔ مقابلہ میں جیت چکا ہوں۔''

''ذرا ایک منٹ صبر کریں۔ فیصلہ آیا ہی چاہتا ہے۔'' ہاتھی نے دایاں پنجہ اُٹھا

کے صبر کرنے کی تلقین کی۔ اچانک کچھ ہوا۔ ایک بڑا سا مضبوط جال جانوروں کے اوپر آ کر گرا۔ ایک افراتفری سی مچ گئی۔ جس کا جدھر منھ اُٹھا، بھاگنے لگا۔ بہت سے بھاگنے والوں کو بے ہوش کر دینے والی ڈاٹ گن کا نشانہ بننا پڑا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ انھیں کتنی دیر کے بعد ہوش آیا تھا۔ وہ شکاریوں کے ایک بڑے گروہ کے قبضے میں آچکے تھے اور اب بڑے بڑے ٹرکوں میں ٹھسنے ہوئے کسی نامعلوم منزل کی جانب رواں دواں تھے۔

کچھوے نے منھ اوپر اُٹھا کے دیکھا۔ سبھی کے منھ لٹکے ہوئے تھے۔ شیر بھی پہلے جیسے رعب والا نہیں لگ رہا تھا۔ اُسے ایک بڑے مضبوط پنجرے میں بند کیا گیا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے مایوسی کا اظہار ہوتا تھا۔ سبھی یہ سوچ رہے تھے کہ اب انھیں دنیا کے مختلف چڑیا گھروں کو بیچ دیا جائے گا اور وہ سب بچھڑ جائیں گے۔

مصیبت کبھی اکیلی نہیں آتی۔ وہ مایوس اور بے چین تھے۔ بھوکے پیاسے بھی تھے۔ منزل کا بھی پتا نہیں تھا کہ ایسے میں زمین زور زور سے ہلنے لگی۔ زلزلے نے اچانک انھیں آلیا۔ ہر طرف تباہی کے منظر تھے۔ گاڑیوں کے پرخچے اُڑ گئے تھے۔ موت اپنے پنجے ہر طرف گاڑ چکی تھی۔ کچھوے نے اپنے خول سے سر نکالا۔ اُسے بھی کچھ چوٹیں آئی تھیں، مگر وہ ایسی نہ تھیں کہ وہ چل پھر نہ سکے۔ اُس نے آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر اُس کی آنکھیں بھیگنے لگیں کہ اُس کے جنگل کے کئی ساتھی اب اُس سے بچھڑ چکے تھے۔ بارہ سنگھا آخری سانس لے رہا تھا۔ شیر بھی شدید زخمی تھا۔ بندر کی لاش ایک طرف پڑی ہوئی تھی۔ کچھوے کا دل دکھ سے بوجھل ہونے لگا۔ وہ اور آگے بڑھا تو مزید تباہی کے آثار نظروں کے سامنے تھے۔

''دیکھ لو، کیا ہو گیا۔ اللہ کے حکم کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔'' اچانک اُس کے

سامنے ایک بھاری سا وجود آ گیا۔ وہ ہاتھی تھا۔

''ہمارے کتنے ساتھی بچھڑ گئے۔'' کچھوے نے بہت دکھے دل سے کہا۔

''جانتے ہو، جنگل کا بادشاہ شیر اب ہمارے بیچ نہیں رہا۔ اُس نے ابھی ابھی زندگی ہاری ہے۔ اُسے بڑا بننے کا بہت شوق تھا۔ ہر بات کا فیصلہ وہ خود کرنا چاہتا تھا، لیکن ہم سب کا بادشاہ تو اللہ ہے اور آخری فیصلہ اُسی کا ہوتا ہے۔ اُس کے فیصلے کے آگے کسی کا زور نہیں چلتا۔''

کچھوا، ہاتھی سے شیر کی موت کا سن کر مزید دکھی ہو گیا۔

ہاتھی پھر کہنے لگا: ''اللہ نے تمھیں اور مجھے موٹی جلد دی ہے اور اس جلد کی وجہ سے ہی ہم اب تک زندہ ہیں۔ اس نے ہمیں بچالیا ہے۔ اگر مجھے فیصلہ کرنے کا موقع ملتا تو میں مقابلے کا فاتح تمھیں قرار دیتا۔ ایسی خوب صورتی بھی کس کام کی، جو زندگی کی حفاظت نہ کر سکے۔''

کچھوے کو ہاتھی کی بات سن کر کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی۔ اُس کا دل دکھی تھا۔

اُس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: ''اللہ تیرا شکر ہے۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھنے لگا۔ وہ نئی زندگی کی تلاش میں جا رہا تھا اور ہاتھی اُس کے ساتھ تھا۔ ☆

اس بلا عنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۸۱ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- جولائی ۲۰۱۲ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

آؤ! پیار کی شمع جلائیں

حکیم خاں حکیم

ہونٹوں پر مسکان سجائیں
بغض و حسد کو دل سے مٹائیں
دشت میں اپنے حسنِ عمل سے
امن و وفا کے پھول کھلائیں
آؤ! پیار کی شمع جلائیں

لڑنا جھگڑنا ہم سب چھوڑیں
رشتہ بُرائی سے ہم توڑیں
روٹھے ہوئے ہیں ہم سے جو ساتھی
اُن سب سے اب ہاتھ ملائیں
آؤ! پیار کی شمع جلائیں

کام آئیں ہم کمزوروں کے
محتاجوں اور معذوروں کے
بھٹکے ہوئے ہیں منزل سے جو
اُن کو سیدھا رستہ دکھائیں
آؤ! پیار کی شمع جلائیں

گھروں میں جو بیمار پڑے ہیں
جیون سے بے زار پڑے ہیں
پیارے نبیؐ کا ہے فرمان
اُن کی عیادت کو ہم جائیں
آؤ! پیار کی شمع جلائیں

راستے کا پتھر

ڈاکٹر وقار احمد زبیری

سہیل اسکول سے آیا تو اس کی پریشانی دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی خاص بات ہے۔ وہ بہت پُر جوش لگ رہا تھا۔ وہ کبھی بھی اپنی چیزیں سلیقے سے نہ رکھتا تھا، اس لیے ہر وقت کچھ نہ کچھ ڈھونڈتا ہی رہتا تھا۔ آج بھی اس نے اپنا بیگ کھانے کی میز پر رکھتے ہی کسی چیز کی تلاش شروع کر دی۔ امی نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا: ''بھئی، کیا ہوا؟ کیا ڈھونڈ رہے ہو؟''

کہنے لگا: ''امی! وہ میرے ''جوگرز'' نہیں مل رہے ہیں۔''

امی نے ڈانٹ کر کہا: ''ابھی اسکول سے آئے ہو۔ نہ ہاتھ منھ دھویا، نہ کپڑے بدلے، نہ کھانا کھایا۔ بس جوگرز کی فکر ہوگئی۔ کیا ابھی کہیں جانا ہے یا جوگرز ہی کھانے ہیں؟''

''نہیں، جانا تو شام کو ہے۔ آج فٹ بال کا فائنل ہے۔'' اور پھر اکڑ کر کہنے لگا: ''آپ تو جانتی ہیں کہ میں اپنے اسکول کی ٹیم کا کس قدر اہم کھلاڑی ہوں۔ سر نے بہت تاکید کی ہے، کہا ہے کہ پانچ بجے سے پہلے پہنچ جانا۔''

امی غصے سے بولیں: ''ابھی پانچ بجنے میں بہت دیر ہے اور پھر میدان بھی تو پیچھے ہی ہے۔ پہلے کپڑے بدل لو، کھانا کھالو، پھر تلاش کر لینا جوگرز، اور ہاں! اسلم کو دیکھو، وہ کہاں ہے۔''

امی کے کہنے سے سہیل کو بھی خیال آیا کہ اسلم نظر نہیں آ رہا۔

سہیل کو معلوم تھا کہ روز کی طرح اسلم کہیں چھپا ہوگا۔ سہیل نے ایک پردے کے پیچھے سے اُسے ڈھونڈ لیا۔ دونوں بھائیوں نے خوب قہقہے لگائے۔

امی نے میز پر کھانا لگا دیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد سہیل پھر جوگرز تلاش کرنے لگا تو ایک جوتا مسہری کے نیچے اور دوسرا الماری کے پیچھے سے مل گیا۔ موزے بھی مل گئے، مگر نیکر گندا سا تھا۔ امی نے اس کے ایک دھپ لگا کر کہا: ''ساری زندگی ایسے ہی پھوہڑ رہنا۔''

امی نے نیکر اور موزے دھو کر سکھا دیے، گویا شام کے فائنل میچ کی تیاری مکمل ہو گئی۔

چار بجے کے قریب سہیل کو خیال آیا کہ انجم، فرقان، سلیم سب ہی نے کہا تھا کہ وہ اپنے چھوٹے بھائیوں کو بھی میچ دکھانے لائیں گے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے امی سے اسلم کو لے جانے کی بات کی تو امی نے انکار کرتے ہوئے کہا: ''تم تو کھیل میں لگ جاؤ گے، اس کا خیال کون رکھے گا شریر لڑکا ہے۔ کچھ گڑبڑ کر دے گا، اس کو نہ لے جاؤ۔''

لیکن سہیل نے ضد کی اور آخر سہیل کی امی نے جلدی جلدی اسلم کو بھی تیار کر دیا۔

تیار ہوتے ہوتے سہیل کو اندازہ ہوا کہ کچھ دیر ہو گئی ہے۔ اس نے اسلم کا ہاتھ پکڑا اور دونوں تیزی سے گراؤنڈ کی طرف چلے۔ اس تیز رفتاری میں انھوں نے وہ نوکیلا پتھر نہیں دیکھا، جو سڑک پر پڑا تھا۔ اسلم کا پاؤں زور سے اس پتھر سے ٹکرایا۔ اسلم نے ایک چیخ ماری اور زمین پر بیٹھ گیا۔ پہلے تو سہیل نے اسلم کو اُٹھانے کی کوشش کی، مگر اسلم تو زور زور سے رونے لگا اور پاؤں بھی زمین سے اُٹھانے پر تیار نہ ہوا۔ سہیل نے جب دیکھا کہ اس کے پاؤں سے خون نکلنے لگا ہے تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ اس نے مشکل سے اسلم کو گود میں اُٹھایا اور گھر کی طرف چلا۔

امی نے دوڑ کر اسلم کو گود میں لیا اور گھبرا کر پوچھا: ''کیا ہوا بھئی؟''

امی نے اسلم کے پاؤں سے موزہ اُتارا تو خون کے قطرے ٹپ ٹپ زمین پر گرنے لگے۔ انھوں نے دیکھا کہ سیدھے پاؤں کی دوسری انگلی کے ذرا نیچے گہرا زخم تھا۔ سہیل اپنا میچ بھول گیا اور دوڑ کر ابو کو فون کرنے لگا۔ امی نے ڈانٹ کر کہا: ''پہلے روئی اور دوا کی شیشی لاؤ۔'' خون اتنا زیادہ نکل رہا تھا کہ وہ بدحواس ہوئی جا رہی تھیں۔ انھیں اندازہ ہو گیا کہ زخم گہرا ہے اور ڈاکٹر کے پاس جائے بغیر کام نہیں چلے گا۔ انھوں نے اسلم کے پاؤں پر ایک تولیا لپیٹا اور اس کو کس کر پکڑ لیا۔ سہیل نے پھر ابو کو فون کیا اور اسلم کے بارے میں

کو یہ اطلاع بھی دے دی کہ ہم لوگ ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر نے تولیا ہٹا کر زخم دیکھ کر کہا: ''گہرا زخم ہے، ٹانکے لگانے پڑیں گے۔''

تب امی کو خیال آیا اور انھوں نے اسلم سے پوچھا کہ یہ چوٹ کیسے لگی، مگر جواب ملنے کا موقع نہ ملا، ڈاکٹر، اسلم کو دوسرے کمرے میں لے گئے۔ سہیل وہیں حیران پریشان کرسی پر بیٹھ گیا اور دعا کرنے لگا کہ ابو جلدی سے آ جائیں۔

ابو آئے تو سہیل نے اشارے سے بتایا کہ امی اور اسلم دوسرے کمرے میں ہیں۔ ابو نے بھی کچھ پوچھنا چاہا، مگر پھر جواب سنے بغیر اندر چلے گئے۔

پندرہ بیس منٹ بعد ابو، اسلم کو گود میں لیے باہر نکلے اور ایک پلنگ پر لٹا دیا۔ اسلم کے پاؤں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ کچھ بے حال سا لگ رہا تھا۔

ابو نے ذرا سکون سے پوچھا: ''اب بتاؤ! کیا ہوا، یہ چوٹ کیسے لگی؟''

سہیل شرمندہ سا تھا، بتانے لگا: ''میں ذرا تیزی سے گراؤنڈ کی طرف جا رہا تھا۔ اسلم آہستہ چل رہا تھا۔ میں نے اس کو تیز چلانے کے لیے کھینچا تو اس کا پاؤں سڑک پر پڑے ہوئے پتھر سے ٹکرا گیا۔ شاید اس کے کنارے ٹوٹے ہوئے تھے، اسی لیے انگلی کٹ گئی۔''

اسی وقت ڈاکٹر ٹیکا لے کر آ گئے۔ ٹیکا لگا کر انھوں نے ابو سے کہا: ''کچھ دیر بعد گھر لے جائیے، مگر کل پٹی بدلوانے کے لیے ضرور لائیے گا۔''

گھر آ کر سہیل کو اپنا فائنل میچ پھر یاد آیا، سوچا کہ اب تو ختم ہو رہا ہوگا۔ جانے کی ہمت تو نہیں کر سکا، مگر نتیجہ جاننا چاہتا تھا۔ عرفان رہتا تو قریب ہی تھا، مگر اس وقت وہ اسلم کے پاس سے ہٹنا نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ خود کو اسلم کی چوٹ کا ذمے دار سمجھ رہا تھا کہ اس نے اسلم کو لے جانے کے لیے کہا ہی کیوں، پھر خود تیار ہونے میں دیر کیوں کی اور پھر اسلم کو تیز چلانے کے لیے کیوں گھسیٹا؟ وہ بار بار امی سے کچھ کہنا چاہ رہا تھا، مگر ان کے پریشان

چہرے کو دیکھ کر کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

امی، ابو نے کچھ نہیں کہا تھا، مگر امی نے سہیل کی کیفیت کو سمجھ لیا تھا۔ انھوں نے اسے پاس بلا کر پیار کیا اور کہا: ''آیندہ اپنا کام پہلے کر لیا کرو، تا کہ گھبراہٹ میں کوئی کام خراب نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اللہ کرم کرے گا، پریشان نہ ہو، بچوں کے زخم جلدی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔''

دوسرے دن اسمبلی سے پہلے ہی میچ ہارنے کی اطلاع مل گئی اور سہیل خود کو اس ہار کا ذمے دار سمجھ رہا تھا۔ دوست کہہ رہے تھے: ''مخالف ٹیم کوئی مضبوط ٹیم نہ تھی۔ ہمارے پاس سینٹر فارورڈ کی کمی تھی۔ تم ہوتے تو ضرور جیت جاتے۔'' جب دوستوں کو اور ٹیچرز کو اسلم کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی تو سب افسوس کرنے لگے۔

پہلا پیریڈ اسلامیات کا تھا۔ مولانا اعظمی کی شخصیت بڑی مہذب اور پُرکشش تھی۔ بچے ان سے ڈرتے بھی تھے، مگر ان سے محبت بھی کرتے اور خوب جی بھر کے باتیں بھی کرتے تھے۔ مولانا اعظمی اسلامیات پڑھاتے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے:

''دیکھو بچو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ ان کے ہر عمل سے ہمیں سبق ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر راستے میں کوئی ایسی چیز پڑی دیکھو، جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا امکان ہو تو اس کو اس جگہ سے ہٹا دو، جیسے کوئی کانٹا، شیشے کا ٹکڑا، کوئی پتھر یا کوئی اور نوکیلی چیز، اس کو ضرور ہٹا دو۔ یہ حدیث سن کر سہیل کے ذہن میں جھماکے ہونے لگے۔ وہ سوچنے لگا کہ کل اسکول سے آتے ہوئے میں نے وہ پتھر دیکھا تھا۔ اگر میں اس کو ہٹا دیتا تو نہ اسلم کے چوٹ لگتی، نہ ہم میچ ہارتے، نہ ٹیچر خفا ہوتے اور نہ ساتھیوں کے سامنے شرمندگی ہوتی۔ اس نے خود سے عہد کیا کہ میں آیندہ ان چھوٹی چھوٹی مگر اہم باتوں پر ضرور عمل کیا کروں گا۔

☆

نونہال خبر نامہ

زمین سے ۱۴ گنا بڑا ایک اور سیارہ دریافت

یورپی ماہرین فلکیات نے نظام شمسی کے باہر ۶۰ نوری سال کے فاصلے پر ایک سیارہ دریافت کیا ہے، جو زمین سے ۱۴ گنا بڑا ہے۔ ''انٹرنیٹ سائنس ڈاٹ کام'' کی اطلاع کے مطابق پرتگال کی ماہر فلکیات ''نونو سانتوز'' نے یہ سیارہ دریافت کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ امکان ہے کہ یہ سیارہ بہت زیادہ گرم ہوگا۔ ☆

مجرم کی سانس اسے گرفتار کرا دے گی

سانس کے ذریعے منھ سے خارج ہونے والی نمی کو مجرموں کی گرفتاری کے لیے استعمال کیا جا سکے گا۔ برطانوی اخبار ''دی انڈی پینڈینٹ'' نے بتایا ہے کہ کسی واردات کے دوران اگر مجرم فون کرے تو اس کے منھ سے نکلنے والے نمی کے انتہائی ننھے قطرے ٹیلے فون یا دیگر سطحوں پر منتقل ہو جاتے ہیں، جنھیں ایک نئی ڈی این اے تکنیک کے ذریعے سے مجرم کی گرفتاری کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ برطانوی پولیس کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ جس طرح وہ جائے واردات پر پہنچنے کے فوری بعد فنگر پرنٹس تلاش کرتی ہے اسی طرح اس نمی کو بھی تلاش کیا جائے۔ اگر مجرم کھانسا ہوگا تو اس کے منھ سے نمی کی زیادہ مقدار خارج ہوئی ہوگی جو اس کی گرفتاری میں زیادہ معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ☆

برازیل کا دو سر والا بچہ

برازیل میں دو سر والا ایک صحت مند بچہ پیدا ہوا ہے، جس کے دونوں دماغ کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر اس بات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ کس طرح ایک سر کو جدا کیا جائے۔ یہ بچہ کرسمس کے موقع پر پیدا ہوا ہے۔ بچے کو مسیح اور ایمانوئل کا نام دیا گیا ہے۔ بچے کی ریڑھ کی دو ہڈیاں ہیں، مگر دل ایک ہی ہے۔ بچے کا وزن ساڑھے چار کلو ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ ایک سر جدا کرنا ناممکن حد تک مشکل کام ہے۔ ☆

حیرت کی بات نہیں، نونہال ادب کی روایت ہے

کم قیمت پر معیاری، دل چسپ اور مزے مزے کی کہانیاں

	نام کتاب	مصنف/مرتب	قیمت
۱۔	سمندر کی تہ میں	ثریا فرخ	۸ روپے
۲۔	مشینوں کا راج	ظفر محمود	۵ روپے
۳۔	لیلی	رفیع الزماں زبیری	۸ روپے
۴۔	عقاب	لطیف محمودوف	۱۰ روپے
۵۔	زیاد پہلوان	رحمان بیردی محمد جانف	۷ روپے
۶۔	فال دیکھنے والا	رحمان بیردی محمد جانف	۱۵ روپے
۷۔	حسن آباد	رحمان بیردی محمد جانف	۷ روپے
۸۔	چار کہانیاں	رفیع الزماں زبیری	۱۸ روپے
۹۔	گھنٹی	قیوم تانگری قلیف	۱۲ روپے
۱۰۔	گلاب ڈھیری کا نیلم	انور سعید	۱۴ روپے
۱۱۔	آزادی	سید عباس زیدی	۱۰ روپے
۱۲۔	جاں نثار دوست	فیروز اختر	۱۰ روپے
۱۳۔	احسان کا بدلہ	میرزا ادیب	۱۰ روپے
۱۴۔	سفید ہاتھی	میرزا ادیب	۱۰ روپے
۱۵۔	چوتھا چور	میرزا ادیب	۱۰ روپے
۱۶۔	چہکار	میرزا ادیب	۱۰ روپے
۱۷۔	کھجور کا باغ	میرزا ادیب	۱۰ روپے
۱۸۔	وہ درخت	میرزا ادیب	۱۰ روپے
۱۹۔	سچا وعدہ	رفیع الزماں زبیری	۱۲ روپے
۲۰۔	بھالو اور شیر چلے سفر کو	رفیع الزماں زبیری	۱۵ روپے

درد مند شانزہ

شانزہ شعیب ترکی کے سفیر بابر ہزلان کو اپنے جیب خرچ کی رقم ترکی کے زلزلہ متاثرین کے لیے دے رہی ہے۔

لاہور کی چوتھی جماعت کی طالبہ شانزہ شعیب نے ٹی وی پر دیکھا کہ اسلامی ملک ترکی میں زلزلہ آنے سے سیکڑوں افراد ہلاک ہوگئے ۔ بہت سے مکانات تباہ ہوگئے ۔ شانزہ شعیب کو اس کا بہت دکھ ہوا۔ اس سے پہلے جب پاکستان میں سیلاب آیا تھا تو ترکی کی ایک بچی ''ماروی تکینے'' نے اپنا ایک سال کا جیب خرچ اور گڑیا پاکستان بھجوائی تھی۔ شانزہ کو ہر سال جماعت میں اول آنے پر جو انعام ملتا تھا، وہ اس کے پاس جمع تھا۔ سالگرہ اور عید، بقرعید پر ملنے والے پیسے اور اپنا جیب خرچ ملا کر اس کے پاس ۹۰۰۰/= ہزار روپے جمع ہوگئے تھے۔ اس نے یہ سارے پیسے ترکی کے زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے ترکی کے سفیر کو پیش کر دیے۔ شانزہ نے کہا کہ یہ احسان نہیں، میرا فرض تھا۔ شانزہ کے اس جذبے سے متاثر ہو کر بہت سے دوسرے بچوں نے بھی عطیات دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔

شانزہ شعیب نے کہا کہ میں اپنی بہن ماروی تکینے کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں کہ ترکی اور پاکستان کے عوام ایک ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں ہمیشہ شریک ہوتے رہیں گے۔ ☆

سو برس کی نانی

مصطفےٰ ہاشمی

گرمی سے سب کا برا حال تھا۔ کاشف چھت پر بیٹھا تھا۔ وقار بھی موجود تھا۔ حسن کبوتروں کی کابک کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ وقت تو پتنگ اڑانے کا تھا، لیکن دھوپ اس قدر تیز تھی کہ کسی کو بھی پتنگ اُڑانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اور نیچے وہ اس لیے نہیں جانا چاہتے تھے کہ کہیں امی یا دادی انھیں کمرے میں سلا نہ دیں۔ ابھی انھیں چھت پر بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک بادل چھا گئے۔

''ارے یہ کیا ہوا؟'' کاشف نے حیرت سے کہا۔ سب آسمان کو گھورنے لگے۔

چاروں طرف سے کالے کالے بادل اُمنڈے چلے آ رہے تھے۔

''حسن! ایسا لگتا ہے بارش ہونے والی ہے۔'' وقار نے چاروں طرف گردن

گھماتے ہوئے کہا۔

''بارش شروع ہوگئی۔'' حسن نے اپنے ہاتھ پر پڑنے والی پہلی بوند سب کو جلدی سے دکھائی۔ ابھی وقار اور کاشف اس کے ہاتھ پر گرنے والی بوند دیکھ ہی رہے تھے کہ چھما چھم بارش ہونے لگی۔ آس پاس کی چھتوں پر بھی بچے ناچنے لگے۔ کاشف، حسن اور وقار بھی ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بارش میں گانے لگے:

اللہ میاں پانی دو — سو برس کی نانی دو
بات ہماری مان لو — پانی دو یا نانی دو

جیسے جیسے وہ گاتے جاتے، بارش کی تیزی میں اضافہ ہوتا جاتا۔ اچانک کاشف چلّایا: ''ارے! وہ دیکھو، وہ کیا ہے؟''

وقار اور حسن، کاشف کی انگلی کی سیدھ میں دیکھنے لگے۔ بارش کی شفاف بوندوں کے بیچ ایک عجیب سی چیز آسمان سے تیزی سے نیچے کی طرف آ رہی تھی۔ اس کا رخ پہلے دائیں طرف تھا، پھر اچانک ہی اس کا رخ بدلا اور وہ تیزی سے کاشف کی چھت کی طرف آنے لگی۔

''دیکھو حسن! یہ تو ہماری چھت پر ہی آ رہی ہے۔'' وقار نے حیرت سے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ دیکھ کر وہ کبوتروں کی کابک کے پیچھے چھپ گئے۔ اسی وقت وہ چیز ان کی چھت پر دھپ کی آواز کے ساتھ گری۔ تینوں نے دیکھا، وہ کوئی روئی کے گولے جیسی چیز تھی، جو تھوڑی دیر تک یوں ہی پڑی رہی اور پھر اس نے حرکت کی۔ کاشف کی تو جان ہی نکل گئی۔ حسن بھی تھر تھر کانپنے لگا، پھر وہ چیز اُٹھ گئی۔

اسی وقت وقار ہمت کر کے اُٹھا اور کابک کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔

''کاشف! یہ تو نانی لگتی ہے۔'' وقار نے اس کے قریب جا کر کہا۔ حسن اور کاشف بھی اُٹھ کر آگے بڑھے۔

''سچ مچ کی نانی؟'' حسن نے خوشی سے کہا۔

''سچ مچ کی نہیں، یہ سو برس کی نانی ہے۔'' وقار نے عالمانہ انداز میں کہا اور نانی کو قریب سے جا کر دیکھنے لگا۔ وہ ایک چھوٹی سی بڑھیا تھی، جس کے بال روئی کی طرح تھے۔ اس کا رنگ بالکل سفید تھا اور ننھے ننھے ہاتھ گڑیا کی طرح لگتے تھے۔ وہ ٹکر ٹکر تینوں کو دیکھ رہی تھی۔ کاشف نے اس سے کہا: ''نانی! تم کیوں آئی ہو؟''

نانی نے بہت میٹھے لہجے میں کہا: ''بیٹا! بڑوں کو ''تم'' نہیں ''آپ'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔''

کاشف نے فوراً معافی مانگی: ''اچھا نانی! آپ کیوں آئی ہیں؟'' اس نے

دوبارہ کہا۔

''مجھے تم لوگوں نے ہی تو بلایا تھا۔'' نانی یہ کہہ کر ہنسیں تو ان کے دانت موتیوں کی طرح چمکنے لگے۔ وقار دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیسی نانی ہیں جو سو برس کی ہیں، مگر ان کے دانت ابھی تک سلامت ہیں۔

کاشف نے ان سے پوچھا: ''نانی! آپ کہاں رہتی ہیں؟''

نانی نے اوپر کی طرف اشارہ کیا: ''آسمانوں میں۔''

وقار نے نانی کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا: ''آپ سے ایک بات پوچھوں؟''

''ہاں ضرور۔'' نانی نے جلدی سے کہا۔

وقار نے کہا: ''نانی! آپ تو سو برس کی ہیں نا، اتنی عمر میں تو لوگ مرجاتے ہیں، آپ کیوں نہیں مریں؟''

وقار کی اس بات پر کاشف اور حسن نے اسے غصے سے گھورا۔ ان کا خیال تھا کہ نانی ناراض نہ ہوجائیں، لیکن نانی نے اس کی بات کا بالکل بُرا نہیں مانا۔ انھوں نے ہنس کر کہا: ''بیٹا! انسان مٹی سے بنا ہے۔ اس کے اندر روح ہے۔ پتا ہے، میں کس سے بنی ہوں؟''

نانی کے سوال پر تینوں بوکھلا گئے۔ ''نہیں، ہمیں نہیں معلوم۔''

''اچھا تو سنو! میں نیکی سے بنی ہوں اور نیکی کبھی نہیں مرتی۔'' نانی کی اس بات پر کاشف دنگ رہ گیا۔ یہی حال وقار اور حسن کا بھی تھا۔ نانی نے ان کے پریشان چہروں کو دیکھتے ہوئے کہا: ''شاید تم سمجھے نہیں۔''

وقار نے پوچھا: ''نانی! تو کیا آپ کو اللہ نے نہیں بنایا؟''

وقار کے اس سوال پر نانی آہستہ سے مسکرائیں اور بولیں: ''نہیں بیٹا! اس دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ نے نہ بنائی ہو۔ انسان کے جسم میں مٹی کے جتنے بھی ذرّے

ہیں، اتنے ہی مجھ میں تھے، پھر جوں جوں میں نیکیاں کرتی گئی، مٹی کے ذرّے نیکیوں میں بدلتے گئے۔ میری تمام عمر نیکیوں میں گزر گئی، آج میرا پورا جسم نیکیوں کا ہو چکا ہے۔''

نانی کی اس بات پر کاشف، وقار اور حسن ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ نانی کا جسم دیکھتے ہی دیکھتے بڑھنے لگا۔

کاشف نے بہت دیر بعد پوچھا: ''نانی! اب آپ کہیں جائیں گی تو نہیں؟''

''نہیں کاشف میاں! ہم تو آئے ہی آپ کے پاس ہیں۔'' نانی نے کاشف کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

اسی وقت زینے پر دوڑتے قدموں کی آوازیں آئیں۔ محلے بھر کے بچے نانی کو دیکھنے کے لیے بھاگتے چلے آ رہے تھے۔

''ہائے نادیہ! نانی کتنی پیاری سی ہیں۔''

''ہاں اور دیکھو! یہ تو بالکل جوان بھی لگتی ہیں۔ نانی آپ کی عمر کتنی ہے؟'' نادیہ نے پوچھا۔

گڈو نے شازی سے کہا: ''تم تو بالکل احمق ہو۔ جانتی ہو، یہ سو برس کی نانی ہیں۔ ان کا جسم نیکی سے بنا ہے۔''

ایک اور بچے نے کہا: ''ہاں اور نانی نے یہ بھی بتایا ہے کہ نیکی تو کبھی پرانی نہیں ہوتی ہے نہ بوڑھی ہوتی ہے۔ بس نانی بھی جوان ہیں، مگر ہم تو انھیں سو برس کی نانی ہی کہیں گے۔''

''لیکن ہم تو انھیں آنٹی کہیں گے۔ دیکھو تو بھلا! کیا یہ نانی لگتی ہیں؟''

''ہرگز نہیں، بالکل ہماری امی جتنی ہیں۔''

اسی بحث کے دوران بچوں میں لڑائی شروع ہو گئی، نانی جلدی سے بولیں: ''اگر آپ لوگ یوں ہی لڑنے لگے پھر تو آپ سب بہت جلد بوڑھے ہو جائیں گے۔ پتا ہے،

لڑنے والے بچے بہت کم دن زندہ رہتے ہیں۔''

''اُف! یہ کیا ہو گیا؟'' نادیہ سر تھام کر یوں بیٹھ گئی، جیسے وہ اگلے ہی لمحے بوڑھی ہو جائے گی۔

نانی سب سے کہنے لگیں: ''اب کوئی نہیں لڑے گا۔'' اس پر تمام بچوں نے اقرار میں گردن ہلائی۔ پھر تو گویا گلی میں انقلاب آ گیا۔ مٹی میں کنچے کھیلتے بچے نہ معلوم کہاں غائب ہو گئے۔ شریر لڑکوں کی ٹولیوں نے درختوں سے پرندوں کے انڈے چرانے بند کر دیے۔ مدرسوں میں حاضری بڑھ گئی۔ ہر طرف گندگی کے جو ڈھیر تھے، وہ غائب ہو گئے۔ ہر جگہ صاف ستھری ہو گئی۔ نانی نے ہر روز بچوں کو اچھی اچھی باتیں بتائیں۔ لمبی عمر اور جوان رہنے کے گُر بتائے۔ ان کا کہنا تھا کہ نیکیاں انسان کو ہمیشہ جوان رکھتی ہیں۔ ہر بچہ نیکی کرنے کے چکر میں لگا رہتا تھا۔

ارشد اکثر نانی سے پوچھتا: ''نانی! کیا میں بھی آپ کی طرح بن سکتا ہوں؟''

نانی جواب میں کہتیں: ''ہاں کیوں نہیں؟ یہ کون سا مشکل کام ہے۔ جو عہد کرو، اسے پورا کرو۔ بزرگوں کی خدمت کرو۔ دیانت سے کام لو۔ پھر دیکھنا، ایک دن تم بھی میری طرح بن جاؤ گے۔''

نانی نے سب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ باری باری سب کے پاس رہیں گی، اس لیے سب بے چینی سے نانی کا انتظار کرتے تھے۔

پہلا ہفتہ تو نانی نے گڈو اور جمیل کے ہاں گزارا۔ اب نانی ثمینہ کے گھر پر تھیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہاں کسی دوسرے بچے کا داخلہ بند ہو، بلکہ سب بچے گھر کا اور مدرسے کا کام کرنے کے بعد نانی کے پاس آ جاتے۔ کبھی نانی کہانی سناتیں، کبھی لطیفے۔ وہ باتیں اتنی اچھی اچھی کرتی تھیں کہ کوئی بھی نہ اُکتاتا تھا۔

نانی جب تک ثمینہ کے ہاں رہیں، ثمینہ نے ان کی خوب خدمت کی۔ اچھے اچھے کھانے کھلائے۔ ان کے لیے وضو کا پانی رکھا، کپڑے استری کیے، رات کو ٹانگیں دبائیں۔ آخر نانی ثمینہ کو دعائیں دیتی ہوئی اس کے گھر سے نکلیں اور احتشام کے گھر پہنچیں۔

جس روز احتشام کے گھر نانی کا آخری دن تھا، اسی دن نانی نے جس نئے گھر کا انتخاب کیا، وہ ارشد کا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ارشد خوشی سے جھوم جھوم جاتا، مگر ارشد کے قدموں کے نیچے سے تو زمین ہی نکل گئی۔ یہ بات نہیں تھی کہ اسے نانی بُری لگتی تھیں یا وہ ان سے تنگ آیا ہوا تھا، بلکہ ارشد یہ سوچ رہا تھا کہ اب تک نانی جن جن گھروں میں رُکی ہیں، وہاں ان کی خوب خاطر مدارت کی گئی، عمدہ اور لذیذ کھانے، اچھے کپڑے اور بہترین کمرے کا انتظام کیا گیا، مگر ارشد کے پاس تو سوائے چھوٹے سے معمولی گھر کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ اسے یہ فکر تھی کہ کہیں نانی اس کی غربت سے تنگ نہ آ جائیں۔

نانی کے اس اعلان کے بعد ارشد کچھ نہ بولا اور چپ چاپ نانی کو لے کر اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔

ارشد کے گھر نانی کے آتے ہی بچوں نے بھی اس کے گھر پر ہلا بول دیا۔ وہ بہ ظاہر خوش نظر آنے کی کوشش کرتا، مگر اندر ہی اندر پریشان رہتا تھا۔ صادق، ارشد کی پریشانی کو سمجھ گیا تھا، مگر اس کی وجہ وہ بھی معلوم نہ کر سکا۔

ایک دن صادق نے سوچا کہ جب ارشد شام کو گھر پر اکیلا ہوگا، تب اس کی پریشانی کے بارے میں ضرور پوچھے گا، مگر شام کو ارشد کے چہرے پر پھیلی ہوئی پریشانی ختم ہو چکی تھی۔ آج وہ عام بچوں کی طرح خوب خوش تھا۔

اگلے روز نانی ارشد کے صحن میں بیٹھی کہانی سنا رہی تھیں:

''پھر جیسے ہی سانپ نے سر اُٹھایا، اُسی وقت......'' نانی کا جملہ مکمل نہ ہوا تھا کہ

اچانک ناصر کی چیخ نکل گئی۔

''اگر تمھیں اتنا ہی ڈر لگتا ہے تو کہانی کے وقت یہاں سے اُٹھ جایا کرو۔'' خاور نے غصے سے کہا۔

ناصر نے نانی کی کلائی کو گھورتے ہوئے کہا: ''میں کہانی سے نہیں ڈرا، وہ دیکھو......!''

سب کے سب نانی کی کلائی کی طرف دیکھنے لگے۔ کلائی کے آگے سے نانی کا ہاتھ یوں غائب تھا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

''نانی! نانی!'' سب انھیں جھنجوڑنے لگے۔ نانی نے کچھ نہ کہا۔ وہ خاموش رہیں، پھر انھوں نے دوبارہ کہانی شروع کر دی۔ بچے کچھ دیر پریشان رہے اور پھر دوبارہ کہانی میں کھو گئے۔

ارشد نے رات کو سوچا کہ نانی کا ہاتھ آخر گیا کہاں، مگر وہ کچھ نہ سمجھ سکا۔

اگلے روز نانی پھر بچوں کے گھیرے میں بیٹھی کہانی سنا رہی تھیں۔ کہانی ابھی سنائی جا رہی تھی کہ وقار زور سے چیخا۔ اس بار نانی کا پاؤں غائب تھا۔

سارے بچے حیران رہ گئے۔ نانی آج بھی خاموش رہیں۔ سب کو اچھی طرح یاد تھا کہ نانی جب چھت پر اُتری تھیں تو ان کے جسم کے تمام اعضا پورے تھے، مگر......؟

''نانی! بتائیں نا، آپ کو کیا ہوا؟'' سب بچے پوچھنے لگے۔

''پہلے کہانی سن لو، پھر کوئی سوال کرنا۔'' نانی نے آہستہ سے کہا۔ پھر کہانی ختم ہوئی تو نانی نے انھیں یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ رات بہت ہو چکی ہے۔

وہ رات ارشد کے گھر میں نانی کی آخری رات تھی۔ اُس رات نانی نے ایک چور کی کہانی سنائی۔ وہ کہانی بہت دل چسپ تھی۔

''پھر اچانک ہی چور پکڑا گیا۔'' نانی کے اس جملے پر سب نے خوشی سے تالیاں بجائیں، ارشد جھینپ کر پیچھے ہٹ گیا، جیسے وہی چور ہو۔

فہیم نے جلدی سے کہا: ''نانی! پھر تو چور کے ہاتھ کاٹ دیے گئے ہوں گے۔ وہ بادشاہ تو بہت انصاف پسند تھا نا؟''

''ہاں، مگر چور نے سچے دل سے معافی مانگی تو بادشاہ نے اسے معاف کر دیا۔''

آج شازیہ سب سے پہلے چیخی۔ نانی کے کندھے سے پورا بازو غائب تھا۔ آج بھی نانی خاموش رہیں، پھر بچوں کی طرح رونے لگیں۔ تمام بچے حیران رہ گئے۔

''نانی! کیا بہت تکلیف ہو رہی ہے؟'' ننھے عدیل نے پوچھا۔

نانی کہنے لگیں: ''میرے بچو! تم نے مجھ سے کچھ نہیں سیکھا! میری محنت شاید بے کار گئی۔''

''نانی! کیا ہوا؟ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ہم نے تو آپ کا بازو نہیں توڑا۔ ہم نے آپ کا پیر نہیں کاٹا......!''

سب بچے روتے ہوئے بولنے لگے۔ نانی نے کچھ نہ کہا۔ انھوں نے سب کو جانے کا اشارہ کیا۔ بچے اُٹھنا نہیں چاہتے تھے، مگر نانی کا حکم نہیں ٹال سکتے تھے۔ آخر سب چلے گئے۔

ارشد کچھ دیر بیٹھا رہا، پھر روتے روتے وہ بھی لیٹ گیا۔ صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو نانی اپنے بستر سے غائب تھیں۔ اس نے پورا گھر چھان مارا، مگر نانی کہیں دکھائی نہ دیں۔ اچانک اس کی نظر تکیے کے کونے پر پڑی۔ وہاں ایک چھوٹا سا کاغذ رکھا تھا۔ ارشد نے لپک کر کاغذ اُٹھایا۔

ارشد نے پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا:

بچو! میں وہاں جا رہی ہوں، جہاں سے آئی تھی۔ میں نے تم سے شروع میں کہا تھا کہ میرا وجود نیکی سے بنا ہے، مگر ارشد میاں! تم نے اپنی غربت چھپانے کے لیے پہلے تو حسن کے گھر سے گھڑی چرائی اور پھر اُسے بیچ کر میرے لیے اچھے اچھے کھانے پکوائے۔ نیکی میں جب گناہ شامل ہو جائے تو پھر نیکی، نیکی نہیں رہتی۔ تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ چوری کے پیسے سے پکوائے گئے کھانے سے میرا وجود ختم ہونے لگا تھا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ نیکی بالکل ہی ختم ہو جائے۔ میں جا رہی ہوں۔ ہاں۔ میری ایک بات یاد رکھنا۔ چوری کبھی نہ کرنا۔ ارشد! یاد ہے، تم نے مجھ سے ایک بار پوچھا تھا کہ میں بھی نیکیوں سے اپنے وجود کے ہر ذرّے کو نیک بنانا چاہتا ہوں، تاکہ ہمیشہ جوان رہوں، بس اپنی پہلی چوری پر اللہ میاں سے سچے دل سے معافی مانگو اور نیک کام کرتے رہو۔ تمھارا وجود بھی نیکیوں سے بھر جائے گا اور ہاں، سب خوب دل لگا کر پڑھتے رہو۔ جب میں دیکھوں گی کہ تم لوگ میری نصیحتوں پر عمل کرتے رہ ہو تو برسات کے موسم میں کسی دن میں پھر تمھاری چھت پر آؤں گی۔ میرا انتظار کرنا۔

تمھاری سو برس کی نانی

ارشد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ نانی کو اس کی چوری کا علم ہو جائے گا۔ اس رات ارشد نے سچے دل سے اللہ کے حضور معافی مانگی اور نیکی کی تلاش میں لگ گیا۔

☆ ☆ ☆

وہ ''گل پور'' جو کبھی چھوٹے چھوٹے گھروں پر مشتمل تھا، اب وہاں اونچی اونچی عمارتیں کھڑی ہیں۔ اُسی بستی میں ایک بوڑھا اب بھی رہتا ہے۔ لوگ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ اتنی عمر گزرنے کے باوجود بھی وہ بوڑھا کیوں نہیں لگتا۔ تب وہ کہتا ہے کہ نیکی کبھی بوڑھی نہیں ہوتی۔ ☆

انعامی سلسلہ ۱۹۹

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول سولہ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک سو روپے نقد حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ **۱۸- جولائی ۲۰۱۲ء** تک ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

☆

۱۔ جامع القرآن .... کو کہا جاتا ہے۔ (حضرت ابوبکرؓ ۔ حضرت عمرؓ ۔ حضرت عثمان غنیؓ)

۲۔ باب العلم .... کا خطاب ہے۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہ ۔ حضرت حسنؓ ۔ حضرت حسینؓ)

۳۔ پاکستان کا دوسرا آئین یکم مارچ .... کو نافذ کیا گیا تھا۔ (۱۹۵۶ء ۔ ۱۹۵۸ء ۔ ۱۹۶۲ء)

۴۔ پاکستان میں قومی شناختی کارڈ اسکیم یکم جولائی .... کو نافذ کی گئی۔ (۱۹۷۲ء ۔ ۱۹۷۳ء ۔ ۱۹۷۴ء)

۵۔ اردو کا پہلا ناول نگار .... کو کہا جاتا ہے۔ (ڈپٹی نذیر احمد ۔ عبدالحلیم شرر ۔ خواجہ حسن نظامی)

۶۔ مشہور ڈراما ''مرزا غالب بندر روڈ پر'' .... کی تحریر ہے۔ (رشید احمد صدیقی ۔ خواجہ معین الدین ۔ امتیاز علی تاج)

۷۔ پاکستان کے گاما پہلوان کا انتقال .... میں ہوا تھا۔ (۱۹۶۰ء ۔ ۱۹۶۳ء ۔ ۱۹۶۴ء)

۸۔ مشہور لیڈر ہٹلر ۱۸۸۹ء میں .... میں پیدا ہوا تھا۔ (جرمنی ۔ آسٹریا ۔ فرانس)

۹۔ یونانی ماہر ریاضی داں .... کو علم ہندسہ کا بانی کہا جاتا ہے۔ (اقلیدس ۔ ارشمیدس ۔ بطلیموس)

۱۰۔ مشہور سیاح مارکو پولو چین پہنچا تو اس وقت وہاں .... کی حکومت تھی۔ (چنگیز خان ۔ قبلائی خان ۔ ہلاکو خان)

۱۱۔ دنیا کی سب سے پہلی خاتون وزیر اعظم .... تھیں۔ (اندرا گاندھی ۔ بندرا نائکے ۔ بے نظیر بھٹو)

۱۲۔ افریقی ملک آئیوری کوسٹ کا دار الحکومت .... ہے۔ (صوفیہ ۔ ریاض ۔ عابد جان)

۱۳۔ آگ کا درجۂ حرارت معلوم کرنے کے لیے .... استعمال کیا جاتا ہے۔ (بیرومیٹر ۔ پائرومیٹر ۔ تھرمامیٹر)

۱۴۔ ''APRICOT'' انگریزی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (خوبانی ۔ آڑو ۔ کیو)

۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت یہ ہے: ''جان نہ پہچان، بڑی .... سلام۔ (آپا ۔ بوا ۔ خالہ)

۱۶۔ مرزا غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ ۔ دیتے ہیں .... یہ بازی گر کھلا (دھوکا ۔ چکما ۔ دغا)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۱۹۹ (جولائی ۲۰۱۲ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ **۱۸ جولائی ۲۰۱۲ء** تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (جولائی ۲۰۱۲ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ **۱۸ جولائی ۲۰۱۲ء** تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال مئی ۲۰۱۲ء میں جناب مناظر صدیقی کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع کی گئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کرنے کے بعد ان میں سے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ روشن چراغ : سہیل احمد بابوزئی، منگھوپیر روڈ، کراچی

۲۔ جوہرِ قابل : ماجد نواز، سریاب روڈ، کوئٹہ

۳۔ سچی لگن : شیخ حسن جاوید، کورنگی نمبر 5، کراچی

﴾ چند اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں ﴿

ہمت نہ ہار۔ مثالی لڑکی۔ خدمت میں عظمت۔ جذبۂ تعمیر۔
بلند حوصلہ۔ نیکی کی فتح۔ باہمت لڑکی۔ بہادر ماما گیل۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: ماہم جمال، شیخ عمر احمد صدیقی، اُسامہ بن قریشی، فاطمہ شفقت، قطرینہ قائم، سید بلال حسین ذاکر، سلالہ عنایت، محمد حمزہ اشرفی، سیدہ نمیرہ مسعود، رخشی آفتاب، فاطمہ ولی، ربیعہ مہتاب احمد، ماہ نور فاطمہ، محمد نعمان شاہد، سید محمد عباس، عباس علی مونی، نثار خاں امازئی، کامل عبداللہ، ورشہ اعجاز، یمین جاوید، احسن جاوید، محمد دانش رفیق، واجد نگینوی، مریم معین، ایمن عارف، نعمان عبدالکریم، صباحت بلخی، سندس آسیہ، مہوش حسین، مزمل،

کنول فدا حسین، محمد معصب علی، ثناء اسد، شازیہ انصاری، ربیعہ حنیف، سلمہ محمد، سیدہ ثوبیہ ناز، فرح اسلام، محمد علی بیگ، نبیل احمد، حاسن یاسر انصاری، اشراح یاسر انصاری، محمد کاشان اسلم، محمد انس خاں غوری، رخسانہ جنید، ہنین زہرہ، ثناء اسلم خانزادہ، ضحیٰ رحمٰن، سید شمس الحق باری، ایمان بن احمد، سیما عالم، راشد عالم، ارم نسیم خاں، وجیہہ رحمٰن فاطمی، حماویہ افتخار، حمزہ حسنین، زہرہ شفیق، محمد عثمان شاہد، عدیل احمد خاں، راحم انصاری، حسان عمران، واینا جنید، طہورا عدنان، مظفر، سیدہ اریبہ اسد، سید شہطل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، اسماء ارشد، رضوان احمد، سید عفان علی جاوید، سیدہ جویرہ جاوید، سید صفوان علی جاوید، بسمہ خالد، خیرہ اظہر، احزم جاوید، سید محتشم احصار احمد، سید محمد طلحہٰ، سید زین العابدین، حبیبہ حفیظ، حافظ ثمین رحمٰن، خرم شاہد، عائشہ قیصر، مریم اویس، فاطمہ بنت اسد ☆ **ٹھٹھہ:** الضحیٰ فاطمہ، وجیہہ جاوید، عائشہ بی بی، اُمِ کلثوم، تیمور جاوید، اقصیٰ احمد ☆ **حیدر آباد:** ماہ رخ خلیل مغل، عارفہ طارق، محمد اُسامہ انصاری، سبرینہ رضوان احمد، فارینہ فاطمہ، ایمن عائشہ احتشام، ضحیٰ حنان خاں، طیبہ نور، تحریمہ شاہد، مرزا اسفار بیگ، طٰہٰ یاسین ☆ **سکھر:** دلشاد انصاری ☆ **میر پور خاص:** وقار احمد، شہزیم راجا، محمد اعظم مغل، جویریہ اسماعیل، سیدہ نیائش خالد، لائبہ سلیم، عاصمہ عبدالحمید ☆ **بے نظیر آباد (نواب شاہ):** کنول سعید خانزادہ راجپوت ☆ **شہداد پور:** سدرہ بن یامین آرائیں ☆ **لاڑکانہ:** سرکشا کمہاری ☆ **پنو عاقل:** محمد وقاص ☆ **کھپرو ضلع سانگھڑ:** طاہرہ محمد صادق، محمد عاقب منصوری، فرح ناز ابراہیم لغاری، حمزہ محبوب علی آرائیں، نمرہ جاوید انصاری، اقصیٰ جاوید ☆ **سکھر:** منوریہ جبین ☆ **ڈگری:** محمد طلحہٰ ☆ **لاہور:** بابر نذیر، محمد حسن سہیل، عمارہ بتول، زویا زاہد، وہاج

عرفان، محمد آصف جمال، محمد افضل اکرم، محمد حسن، سیدہ کنزہ رضوی، عائشہ مجید، العمان کوکب قاضی، قرۃ العین قاضی ☆ **بہاول پور:** محمد صلاح الدین، آمنہ ملک، سید دانیال قمر، حنا بلقیس، صباحت گل، قرۃ العین عینی ☆ **ملتان:** فروا شہنور، حافظ محمد یوسف، محمد حذیفہ علی، سمیرا بی بی، ناعمہ مجید، صفیہ حق، بلاول ولد بلال، محمد اُسامہ بن توقیر ☆ **کبیر والا خانیوال:** محمد علی ظفر ☆ **کوئٹہ:** آسیہ طاہر، میمونہ فتح محمد، محمد عبدالمقیت ☆ **پشاور:** حاشیہ شہزاد، حافظ خان محمد ☆ **رینالہ خورد:** حنظلہ جاوید ☆ **وہاڑی:** شارو دل ☆ **مردان:** عبداللہ ☆ **فیصل آباد:** عائشہ اسلم مغل، شفا فاروق ☆ **واہ کینٹ:** ماہین بنت یونس ☆ **ڈی جی خاں:** عبید الرحمٰن، محمد اسفند یار اصغر، عمارہ الیاس خاں ☆ **گوجرانوالہ:** نعال فاطمہ، عمر فاروق، شافعہ صادق، محمد حوارث پورہ ☆ **کوٹلی:** شہریار احمد چغتائی ☆ **کالا گجراں ضلع جہلم:** محمد افضل ☆ **پنڈ دادن خان:** ناجیہ ثاقب ☆ **اٹک:** محمد تیمور احمد ☆ **ہارون آباد ضلع بہاول نگر:** شہریار گوندل ☆ **حویلیاں:** حافظ حامد عبدالباقی ☆ **سیالکوٹ:** تحریم خواجہ، فضہ عقیل بھٹی ☆ **ضلع رحیم یار خان:** ثمرین عبدالصمد، اقراء بشارت ☆ **اسلام آباد:** مریم بقائی، ثانیہ گلزار ☆ **کوہاٹ:** عبدالمعیز ☆ **تربت:** بلال محمد یاسین ☆ **کاموکی:** حسن رضا سردار ☆ **محراب پور:** سرمد صابر علی آرائیں ☆ **ایبٹ آباد:** سلمیٰ طاہر ☆ **بہاول پور:** حافظ احمد ارسلان راجا، ایمن نور، راحین فاطمہ ☆ **دھوالہ:** امیر حمزہ یامین ☆ **خیر پور میرس:** ریحانہ راجپوت ☆ **سرگودھا:** رفعت بتول ☆ **راٹھوڑی:** زینب شکیل ☆ **ہوسٹری:** محمد نواز شریف راجپوت ☆ **کرک:** محمد آفتاب عالم ☆ **ساہیوال:** محمد امجد اقبال کچھی ☆ **نوشہرو فیروز:** شایان آصف۔

☆☆☆

جوابات معلومات افزا - ۱۹۷

سوالات مئی ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئے تھے

۱۔ حضور اکرمؐ نے حضرت حمزہؓ کو سید الشہدا کا خطاب دیا تھا۔

۲۔ اموی خلیفہ عبدالملک کے بعد اس کا بیٹا ولید تخت نشین ہوا۔

۳۔ مولانا محمد علی جوہر کی والدہ محترمہ بی اماں کا اصل نام آبادی بیگم تھا۔

۴۔ لفظ پاکستان کے خالق چودھری رحمت علی ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے تھے۔

۵۔ بلوچستان کے علاقے سوئی سے ۱۹۵۲ء میں گیس دریافت ہوئی تھی۔

۶۔ قائد اعظم کے ڈرائیور محمد حنیف ''آزاد'' کے نام سے فلموں میں کام کرتے تھے۔

۷۔ بندر سری بیگوان، مسلم ملک برونائی کا دارالحکومت اور بندر گاہ ہے۔

۸۔ مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلا نے ہندستان پر تقریباً ۲۹ سال حکومت کی۔

۹۔ ''زرگزشت'' ممتاز ادیب اور مزاح نگار مشتاق احمد یوسفی کی تصنیف ہے۔

۱۰۔ جنوب مشرقی یورپ کا واحد مسلم اکثریت والا ملک البانیہ ہے۔

۱۱۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: ''دریا کو کوزے میں بند کرنا۔''

۱۲۔ دنیا میں کل سات براعظم ہیں۔

۱۳۔ موسیقی کا آلہ ''ستار'' حضرت امیر خسرو کی ایجاد کہی جاتی ہے۔

۱۴۔ سعودی عرب کے حکمراں شاہ فیصل کو ۱۹۷۵ء میں شہید کیا گیا تھا۔

۱۵۔ اولمپک کھیلوں کے مقابلے ہر ۴ سال بعد کرائے جاتے ہیں۔

۱۶۔ ثاقب لکھنوی کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے — جن پہ تکیہ تھا، وہی پتے ہوا دینے لگے

انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: سید بلال حسین ذاکر، تابندہ آفتاب، سیدہ فاطمہ عثمان، راشد عالم، سید عفان علی جاوید، آمنہ اسرار ☆ ٹھٹھہ: وجیہہ جاوید ☆ حیدر آباد: ایمن عائشہ احتشام، محمد زریاب بیگ، ☆ لاہور: زویا زاہد، بابر نذیر ☆ جھڈو: شہزیم راجا ☆ خانیوال: احمد ابراہیم حسن ☆ فیصل آباد: عائشہ اسلم مغل ☆ بہاول پور: حافظ احمد ارسلان راجا۔

۱۶ درست جوابات بھیجنے والے ذہین نونہال

☆ کراچی: سید علی مسعود، شزیٰ جاوید، فرحان فہیم، ماہ نور فاطمہ، حافظ عمر نوشاد، اُمِ ہانی منصور، محمد آصف انصاری، سیدہ ثوبیہ ناز، یوسف مفتی زعیم اختر، محمد باسط رضا، فدا حسین کیریو، سدرہ عارف، لقمان، رخسانہ جنید، سید شمس الحق باری، ظل عائشہ، ثنا اسلم خانزادہ، ہانیہ شفیق، رمیشہ عمران، شائزہ کامران، فیہا فاخر فاطمی، نوح بن احمد، سیما عالم، مزمل احمد خاں، سیدہ جویریہ جاوید، سید صفوان علی جاوید، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، اسماء ارشد، بسمہ خالد، عائشہ محمد حنیف، مریم اویس، ثمرہ حفیظ، سید محمد طیب، نیر انیس ☆ ٹھٹھہ: الضحیٰ فاطمہ، تیمور جاوید، اُمِ کلثوم، اقصیٰ احمد، عائشہ بی بی ☆ حیدر آباد: محمد صادق علی، علیزہ محمد عمر، نور السحر، مرزا اسفار بیگ، طٰہٰ یاسین، غوثیہ مہک عباسی، علیزہ عمر میمن، شہنور سخاوت ☆ لاہور: ہادیہ اظہر، قرۃ العین قاضی، لمعان کوکب قاضی ☆ سانگھڑ: زین العابدین ☆ خانیوال: طوبیٰ ساجد ☆ سکھر: دلشاد انصاری، محمد فرقان شیخ ☆ پنو عاقل: محمد وقاص خواجہ ☆ عمر کوٹ: محمد جہانگیر قائم خانی ☆ نوشہرو فیروز: سردار صابر علی آرائیں ☆ ڈگری: محمد طلحہ مغل ☆ میر پور خاص: فیروز احمد، عاصمہ عبدالحمید ☆ جھنگ صدر: قرۃ العین عطاء ☆ راولپنڈی: محمد حسن ساجد ☆ اسلام آباد: محمد نعمان شفیع، مریم ☆ ڈی جی خان: محمد حسان، محمد فہد خاں ☆ بہاول پور: نائلہ ملک، صباحت گل، ایمن نور ☆ وزیر آباد: شمائلہ وسیم ☆ پشاور: حانیہ شہزاد ☆ کوئٹہ: میمونہ فتح محمد، آسیہ ظاہر ☆ کوٹلی: محمد جواد چغتائی۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: فاطمہ شفقت، منزہ ارشد، محمد بلال صدیقی، مہوش حسین، شاہ ایمان علی، فرح اسلم، سلالہ عنایت، ثاقب تنویر، بلال معروف تنولی، واینا جنید، احدیہ خان غوری، محمد کاشان اسلم، انشراح یاسر انصاری، حاسن یاسر

انصاری، شیخ حسن جاوید، سیدہ فیہا انصار احمد، مفازہ قیصر ☆ ڈیہوالہ: امیر حمزہ یامین ☆ حیدرآباد: محمد اسامہ انصاری، تسبیحہ شاہد، محمد وقاص معراج، طیبہ نور، زین حنان خان، ماہ رخ خلیل ☆ ملتان: حافظ محمد یوسف، ہمیرا بی ☆ میرپور خاص: محمد اعظم مغل، ثمینہ محمد علی سیال ☆ بہاول پور: حنا بلقیس، قرۃ العین عینی ☆ گوجرانوالہ: شیریں صادق ☆ لاہور: سیدہ کنیزہ رضوی، محمد حسن، عمارہ بتول ☆ سیالکوٹ: تحریم خواجہ ☆ راولپنڈی: حافظ احمد بلال اسلم ☆ ڈی جی خان: زرینہ کشف ☆ حویلیاں: حافظ حامد عبدالباقی ☆ مردان: عبداللہ بن آجرم خاں۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: صباحت علی، نثار خاں اماں زئی، زینت فاطمہ ☆ حیدرآباد: ملک محمد زاہد ☆ کوئٹہ: محمد عبدالمقیب ☆ واہ کینٹ: ماہین بنت یونس ☆ لاڑکانہ: سرکشا کماری ☆ رحیم یار خان: اقراء بشارت ☆ بے نظیر آباد: منور سعید ☆ کوہاٹ: عبدالمعیز ☆ تحصیل و ضلع جہلم: محمد افضل ☆ ملتان: شمسہ کنول ☆ ہرپور: ریان آصف ☆ حب: بختاور اظہر۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: محمد صہیب علی، محمد علی بیگ، سید محمد عباس، محمد عثمان شاہد، طہور عدنان، ارم نسیم، خمیرہ اظہر ☆ وہاڑی: شاہ رودل ☆ راولپنڈی: ملائکہ اعجاز، ردا رحمان ☆ کوٹری جامشورو: نادر علی جھتیال ☆ میرپور خاص: عاقب اسمٰعیل ☆ ہارون آباد: شیریار گوندل ☆ اٹک: محمد تیمور احمد ☆ جھول: ثمرہ جاوید۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: اسامہ بن قریش ☆ پرانا سکھر: حوریہ حسین ☆ لاہور: سلمان عرفان ☆ جہلم پنڈ دادن خان: پرنس راجا ثاقب ☆ کاموکی: حسن رضا سردار ☆ خیرپور میرس: ریحانہ راجپوت ☆ اسلام آباد: ثانیہ گلزار ☆ کوئٹہ: ماجد نواز۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: فاطمہ ولی، سلمہ محمد صلاح الدین، بنین زہرہ ☆ سیالکوٹ: ثناء عقیل بھٹی ☆ ملتان: محمد حذیفہ ☆ جھول: اقصیٰ جاوید۔

☆

جاپان اور پاکستان

جاپانی ثقافتی مرکز کی تقریب میں محترمہ سعدیہ راشد اور جناب آبے ماسا ہیچی کے ساتھ ہمدرد پبلک اسکول اور جاپانی ثقافتی مرکز کے افسران کا ایک گروپ فوٹو

پاکستان اور جاپان بڑے اچھے دوست ہیں۔ جاپان کے لوگ بہت پیارے اور بڑے محنتی ہیں۔ جاپان پر ۱۹۴۵ء میں امریکیوں نے دو بم گرائے تھے، مگر جاپانیوں نے اس کے باوجود خوب ترقی کی اور جاپان کو ایک پُر امن، بلکہ امن کو پھیلانے والا ملک بنا دیا۔ کراچی میں جاپان کے سینئر قونصل جناب آبے ماسا ہیچی بڑے قابل اور پاکستان سے محبت کرنے والے انسان ہیں۔ وہ اردو بھی خوب جانتے ہیں۔ ہمدرد فاؤنڈیشن اور محترمہ سعدیہ راشد کی خدمات کی بھی بہت قدر کرتے ہیں۔ جناب آبے ماسا ہیچی نے کراچی میں ایک بہت دل چسپ پروگرام ''جاپانی ثقافت کے بارے میں آگہی'' کیا تھا۔ اس پروگرام میں محترمہ سعدیہ راشد کی رہنمائی کے مطابق ہمدرد پبلک اسکول اور ہمدرد ولیج اسکول کے اساتذہ اور طلبہ نے حصہ لیا۔ جناب آبے ماسا ہیچی نے سعدیہ صاحبہ کے نام خط میں لکھا ہے کہ تعلیم اور صحت کے شعبے میں ہمدرد فاؤنڈیشن کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔ ☆

نونہالوں اور نوجوانوں کی ذہنی تربیت — تعلیمی اداروں کا کردار

رپورٹ: زرینہ مشتاق

ہمدرد نونہال اسمبلی میں اس بار موضوع تھا:

''نونہالوں اور نوجوانوں کی ذہنی تربیت — تعلیمی اداروں کا کردار''

ہمدرد نونہال اسمبلی کراچی میں محترمہ سعدیہ راشد، مہمانِ خصوصی جناب نصرت نصر اللہ، جناب مسعود احمد برکاتی اور ہمدرد یونی ورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر نسیم اے خان کا نونہالوں کے ساتھ گروپ فوٹو

ہمدرد نونہال اسمبلی کراچی میں اسپیکر رجاء خان تھیں۔ نونہال کائنات حق نے تلاوتِ قرآن حکیم پیش کی۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ نونہال عائشہ زماں نے پڑھی۔

صدر ہمدرد فاؤنڈیشن محترمہ سعدیہ راشد نے فرمایا کہ علم سے حق و باطل کا امتیاز سمجھ میں آتا ہے۔ تعلیم اور ذہنی تربیت کے ذریعے سے نظریۂ حیات سے آگاہی ہوتی ہے۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کا قول ہے: ''نوجوانِ اسلام کو آگے بڑھنے کے لیے علم کے اسلحے

سے لیس ہونا چاہیے۔''

انگبین مشتاق، محمد مظہر خاں، احمد رضا، ثمرین احسان، عروبہ شریف، جویریہ خاں، سید مطاہر فیروز، عدیل محسن، اریج سحر نے تقریریں کیں۔

مہمانِ خصوصی جناب نصرت نصر اللہ نے ملک کی حالتِ زار اور تعلیمی اداروں کی خراب صورتِ حال اور ہر شعبے میں پائی جانے والی بدعنوانیوں اور مفاد پرستی پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے تعلیمی اداروں کو اپنا کردار صحیح طریقے سے ادا کرنے پر زور دیا۔

محترم جناب مسعود احمد برکاتی کی موجودگی نونہالوں کے لیے خوشی کا سبب تھی۔

آخر میں شیر میسور ٹیپو سلطان پر خاکہ پیش کیا گیا اور ہمدرد پبلک اسکول کے نونہالوں نے دعائے سعید پیش کی۔

ہمدرد نونہال اسمبلی، راولپنڈی .... رپورٹ: حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں مہمانِ خصوصی محترم فضل ستار خاں، محترمہ سعدیہ راشد نونہال مقررین سے مخاطب ہیں

راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی محترم فضل ستار خان (ایڈیشنل ڈائرکٹر جنرل پاکستان پوسٹ) تھے۔ قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد اور متولیہ ہمدرد محترمہ فاطمہ منیر احمد نے بھی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اسپیکر ہمدرد نونہال اسمبلی لاریب امجد تھیں۔

اجلاس کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید اور ترجمے سے ہوا۔ حمدِ باری تعالیٰ حرا مستقیم

نے اور نعتِ رسولِ مقبولؐ انوشہ چودھری نے پیش کی۔ نونہال مقررین میں تہیہ طارق، مرزا محمد طاہر، علی حسن، انیلا خان اور محمد قیصر شامل تھے۔ نونہالوں نے ایک خوب صورت ملی نغمہ، ایک خاکہ اور رنگا رنگ ٹیبلو بھی پیش کیا۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے ۲۷ مارچ ۱۹۴۴ء کو ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمانوں میں بہت سی خرابیاں اور غیر اسلامی رسوم و رواج باہر سے در آئے ہیں۔ یہ مسلم تعلیمی اداروں کا فرض ہے کہ وہ بچوں کی تربیت اس طرح سے کریں کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ قائد اعظم کے اس فرمان سے واضح طور پر یہ پیغام ملتا ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ نونہالوں اور نوجوانوں کی ذہنی تربیت پر بھی بھرپور توجہ دیں، تاکہ وہ اپنی تاریخ اور اپنے بزرگوں کے روشن کارناموں سے واقف رہیں۔ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور ان سے اپنا تعلق ظاہر کرنے میں فخر محسوس کریں۔

محترم فضل ستار خان نے کہا کہ آج بھی پاکستان کے تین کروڑ بچے ایسے ہیں جو اسکولوں سے باہر ہیں اور انھیں اسکول اور تعلیم میسر نہیں ہے۔ عزیز نونہالو! وقت بہت قیمتی ہے اور جو اسے ضائع کردے، اسے چھری کی طرح کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ سائنس کی ایجادات جہاں مفید ہیں، وہیں یہ ہمیں غیر محسوس طریقے سے اُلجھائے رکھتی ہیں۔ آج بہت سے نونہال ٹیلے وژن کے سامنے بیٹھ کر اپنا وقت برباد کر دیتے ہیں۔

آخر میں نونہالوں میں انعامات تقسیم کیے گئے اور دعائے سعید پیش کی گئی۔

ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور .... رپورٹ: سید علی بخاری

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور کے اجلاس میں محترم اقبال نبی ندیم (ڈائرکٹر جنرل اردو سائنس بورڈ) اور محترم طاہر یوسف (چیف ایگزیکٹو ٹرسٹ برائے تعلیم و ترقی مستحق

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں مختلف اسکول کے نونہال خاکے پیش کر رہے ہیں۔ جب کہ نونہال مقررین مہمانِ خصوصی کے ساتھ کھڑے ہیں۔ جناب اقبال نبی ندیم، جناب طاہر یوسف اور سید علی بخاری کے ہمراہ کھڑے ہیں

طلبہ) نے مہمانانِ خصوصی کے طور پر شرکت کی۔ نونہال مقررین میں جنت الماوا، ایمن امجد، محمد داؤد امین، مائیلہ رضوی، فجر بابر اور ایمن منصور شامل تھے۔ نونہالوں نے کہا کہ مادرِ علمی میں ایک نونہال کی شخصیت سانچے میں ڈھلتی ہے۔ تربیت میں بنیادی کردار تعلیمی ادارے ادا کرتے ہیں۔ اچھی تربیت معاشرے کو سنوارتی ہے اور ناقص تربیت معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ ہمارے وطن میں تعلیمی ادارے نونہالوں کی کردار سازی کے لیے اپنا کردار ادا کر کے پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ تعلیم پر سب کا حق ہے اور معاشرے کا ہر فرد یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اچھی تعلیم حاصل کرے۔ اچھا تعلیمی ادارہ وہ ہے، جو طالب علموں میں اعلا اخلاقی اقدار پیدا کرے اور انھیں ان کی صلاحیتوں سے روشناس کروائے۔ ان میں اعتماد پیدا کرے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو اعلا مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کر سکیں۔ ان نونہالوں کی ایسی تربیت ہو کہ ان کی زندگیاں سنور جائیں اور ان کا جذبۂ ایمانی بلند ہو، وطن سے محبت ان کی رگوں میں سمائی ہو، تب ہی معاشرے میں اچھی تبدیلیاں لا سکتے ہیں۔ مختلف اسکولوں کے نونہالوں نے ٹیبلو، خاکے اور کلامِ اقبال پیش کیا۔ آخر میں ہمدرد پبلک اسکول کی طالبات نے دعائے سعید پڑھی۔ ☆

نمک پارے

مرسلہ: فرزین اعجاز ملتانی شیرازی، کراچی

میٹھا سوڈا : آدھا کھانے کا چمچہ
کالی مرچ : آدھا چائے کا چمچہ
میدہ : ایک پاؤ
نمک : حسب ذائقہ
تیل : چار کپ

ترکیب: میدے میں میٹھا سوڈا، کالی مرچ، نمک ڈال دیں اور اچھی طرح اسے گوندھ لیں۔ گندھے ہوئے میدے کے پیڑے بنا کر روٹی کی شکل میں بیل لیں۔ روٹی کے ایک انچ کاٹ کے ٹکڑے لیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کر کے ٹکڑوں کو تل لیں۔ لذیز اور خستہ نمک پارے تیار ہیں۔ ☆

مینگو قلفی

مرسلہ: رومیصا کاشف، کراچی

آم کا گودا : ایک پیالی
کھانے کا پیلا رنگ : چند قطرے
انڈے کی سفیدی : دو عدد
کریم : حسب ضرورت
چینی : ایک کپ
کنڈینسڈ مِلک : دو کھانے کے چمچے

ترکیب: آم کا گودا، انڈے کی سفیدی، چینی، رنگ، کریم اور کنڈینسڈ مِلک ڈال کر اچھی طرح ملالیں۔ قلفی کے سانچے میں ڈال کر پوری رات فریج میں رکھ کر جمائیں۔ بس قلفی تیار ہے۔ ☆
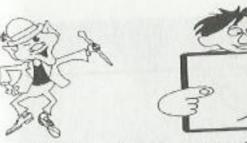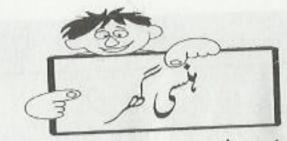
☺ ایک خاتون نے ماہر نفسیات سے پوچھا: ''ڈاکٹر صاحب! کسی شخص کی ذہنی سطح معلوم کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟''

''یہ تو بہت ہی معمولی بات ہے۔ آپ اس سے کوئی بھی آسان سوال پوچھ لیں، اگر وہ فوراً درست جواب دے دے تو اس کا مطلب ہے کہ اس میں ذہانت کی کمی نہیں ہے۔''

''مثلاً؟'' خاتون نے پوچھا۔

''مثلاً محمود غزنوی نے سومنات پر سترہ حملے کیے تھے، بتائیے، اس نے سترھواں حملہ پہلے کیا تھا یا سولھواں؟''

خاتون چند لمحے سوچتی رہی پھر بولیں: ''ڈاکٹر صاحب! یہ تو ذرا مشکل سوال ہے، کوئی آسان سا سوال بتائیے۔''

مرسلہ: **فرازیہ اقبال، عزیز آباد**

☺ دروازے پر دستک ہوئی۔ ارشد کے ابو نے دروازہ کھولا۔ سامنے ایک اجنبی کندھے پر بیگ لٹکائے کھڑا تھا۔ پھر اچانک اس نے اپنے تھیلے میں بھری ہوئی مٹی سامنے بچھے ہوئے قالین پر اُلٹ دی۔

''بے وقوف! یہ کیا کر دیا تم نے؟'' راشد کے ابو غصے سے چلّائے۔

''جناب! آپ غصہ نہ ہوں۔ میں ویکیوم کلینر فروخت کرتا ہوں۔ اگر چند لمحوں میں ہماری مشین سے یہ قالین صاف نہ ہوا تو میں زبان سے چاٹ کر اسے صاف کر دوں گا۔''

''تو پھر چاٹنا شروع کر دو۔ ہمارے گھر میں بجلی نہیں ہے۔'' ارشد کے ابو نے جواب دیا۔

مرسلہ: **خرم خان، نارتھ کراچی**

☺ ''کل رات خرم اور راشد میں خوب ہاتھا پائی ہوئی۔''

''حیرت ہے، وہ تو ایک جان دو قالب تھے۔''

''اسی وجہ سے تو انھیں ایک دوسرے سے

جدا کرنے میں دس آدمیوں کو زور لگانا پڑا۔''

مرسلہ: **عالم خورشید، تربت**

☺ ایک بچے نے اپنی دادی اماں سے پوچھا: ''آپ عینک کیوں لگاتی ہیں؟''

دادی بولیں: ''بیٹا! اس سے ہر چیز بڑی نظر آتی ہے۔''

بچے نے کہا: ''آپ مجھے مٹھائی دیتے وقت عینک اُتار لیا کریں۔''

مرسلہ: **محمد عثمان عابد، بہاول پور**

☺ ایک بوڑھی خاتون پہلی بار ہوائی جہاز میں سفر کر رہی تھیں۔ اتنی خوف زدہ تھیں کہ جہاز اُڑنے سے پہلے کیپٹن کے پاس پہنچ گئیں اور پوچھنے لگیں: ''اے بیٹا! جہاز تم ہی اُڑاؤ گے؟''

''جی ہاں اماں جی!'' کیپٹن نے جواب دیا۔

''اے بیٹا! تمھیں یقین ہے کہ تم خیریت سے ہمیں دوبارہ زمین پر لے آؤ گے؟''

''اُمید تو یہی ہے اماں جی! آج تک میں کسی کو اوپر چھوڑ کر نہیں آیا۔''

مرسلہ: **پرنس راجا ثاقب محمود ثاقی، پنڈدادن خان**

☺ شاگرد: ''جناب! آپ کی عمر ایک سو دس سال ہو چکی ہے۔ اس قدر عمر کا کیا راز ہے؟''

استاد: ''اس کا راز یہ ہے کہ اس دوران میرا انتقال نہیں ہوا۔''

مرسلہ: **نوید الرحمٰن، اٹک**

☺ دو دوست کسی عمارت کی اٹھارویں منزل پر رہتے تھے۔ ایک دن وہ گھر آئے تو معلوم ہوا کہ بجلی بند ہے، لہٰذا لفٹ نہیں چل سکتی۔ دونوں نے کہا کہ سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے بہت تھک جائیں گے۔ ایک نے کہا: ''چلو، باتیں کرتے ہوئے چلتے ہیں۔''

پہلے نے کچھ مزاحیہ واقعات سنائے اور بولا: ''سولھویں منزل آ گئی، اب تم سناؤ۔''

دوسرا بولا: ''واقعہ دردناک ہے، تم رو پڑو گے۔''

پہلے نے کہا: ''نہیں، میں نہیں روؤں گا، تم سناؤ۔''

دوسرا بولا: ''تو سنو، گھر کی چابی نیچے کار میں ہی رہ گئی ہے۔''

مرسلہ: **شہریار گوندل، بہاول نگر**

☺ ایک بے وقوف نے درزی کی دکان

کھولی۔ ایک دن اُس نے کپڑے اُٹھا کر آسمان کی طرف پھینکنے شروع کر دیے۔ ساتھ بیٹھے ہوئے دوست نے پوچھا: ''تم کپڑے آسمان کی طرف کیوں پھینک رہے ہو؟''

درزی نے جواب دیا: ''تم نے سنا نہیں کہ جوڑے آسمان پر بنتے ہیں۔''

مرسلہ: عزیر احمد، نیول کالونی، کراچی

☺ تین بے وقوف رات کو ایک کار میں کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ اُترنے لگے تو چاروں دروازے خود کار طریقے سے بند ہو گئے اور یہ تینوں اندر پھنس گئے۔ سوچنے لگے کہ کیسے باہر نکلیں۔

ایک نے کہا: ''میں انجن کی طرف سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

دوسرے نے کہا: ''ڈگی کی طرف سے نکلنا زیادہ آسان ہوگی۔''

تیسرے نے کہا: ''بھئی، جو کچھ کرنا ہے جلدی کرلو، بارش ہونے والی ہے اور کار کی چھت بھی نہیں ہے۔''

مرسلہ: عائشہ اقبال، دستگیر

☺ ایک صاحب ماہر نفسیات کے کلینک میں داخل ہوئے۔ کرسی پر بیٹھ کر انھوں نے تمباکو کا تھیلا نکالا اور تمباکو کو لے کر اپنے کان میں ٹھونسنے لگے۔ ماہر نفسیات نے کہا: ''آپ کی اس طرح کی حرکت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو میری ضرورت ہے۔''

ان صاحب نے کہا: ''جی ہاں! کیا آپ کے پاس ماچس ہوگی؟''

مرسلہ: سیدہ کوثر بانو رضوی، کراچی

☺ ایک دوست: ''میرے پردادا مکا مار کر دیوار توڑ دیتے تھے۔ سومنات کا مندر توڑنے میں وہ بھی شامل تھے۔''

دوسرا دوست: ''میرے پردادا جب غمگین گانا گاتے تھے تو لوگوں کے آنسوؤں سے جھیلیں بن جاتی تھیں۔ یہ ساری جھیلیں لوگوں کے آنسوؤں کی ہی تو ہیں۔''

تیسرا دوست: ''یہ تو کچھ بھی نہیں، میرے پردادا کو غلیل چلانے کا شوق تھا۔ وہ چاند پر نشانے لگاتے تھے۔ چاند پر جو گڑھے ہیں، انھوں نے ہی تو ڈالے ہیں۔''

مرسلہ: اقرا افتخار، عزیز آباد

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

میٹھا طنز

مرسلہ: مریم حبیب، نیو کراچی

مشہور شاعر مولانا الطاف حسین حالی کے پاس ایک شاعر آئے اور اپنی غزل اصلاح کے لیے پیش کی۔ غزل میں کوئی بھی مصرع عیب سے خالی نہ تھا۔ انتہائی بے ربط سی غزل تھی۔ مولانا حالی نے تمام غزل پڑھنے کے بعد کہا: ''بھئی، خوب غزل کہی ہے۔ اس میں تو انگلی رکھنے کی بھی جگہ نہیں۔''

یہ میٹھا سا طنز سن کر شاعر شرمندہ ہو کر چلے گئے۔

تیرے آنے کا دھوکا سا رہا

مرسلہ: کومل ظہیر، کراچی

امریکا کے مقتول صدر کینیڈی کا دور تھا۔ ان کی بیوی جیکولین خاتون اول تھیں۔ ایک بار وہ کسی جنرل اسٹور میں کچھ خریدنے گئیں۔ اسٹور کے مالک نے ان سے کہا: ''خاتون! آپ کی شکل ہمارے محترم صدر کی بیوی سے ملتی ہے۔''

خاتون اول نے سادگی سے جواب دیا: ''درست فرمایا آپ نے۔ خود محترم صدر کو مجھ پر اپنی بیوی کا دھوکا ہو جاتا ہے۔''

دو جاہل

مرسلہ: محمد طلحہ، لانڈھی

مشہور سائنس داں آئن سٹائن ایک بس میں سفر کر رہے تھے۔ وقت گزاری کے لیے اخبار لے لیا تو ان کو یاد آیا کہ اپنی نظر کی عینک تو گھر میں ہی بھول آئے ہیں، اخبار کیسے پڑھیں گے۔ انھوں نے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کو کہا: ''براہِ مہربانی یہ ذرا بڑی بڑی خبریں تو پڑھ دیں۔''

ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی نے جواب دیا: ''معاف کیجیے گا، میں بھی آپ کی طرح بالکل جاہل ہوں۔''

نئی اور عجیب معلومات

مرسلہ: مہک اکرم، لیاقت آباد

◄ کسی بھی کاغذ کو آپ سات بار سے زیادہ تہ نہیں کر سکتے۔

◄ بلیو بیری کا رس یادداشت میں اضافہ کرتا ہے۔

◄ جب بلی بہت خوش ہوتی ہے تو زور سے آنکھیں بند کر لیتی ہے۔

◄ ہاتھی وہ واحد حیوان ہے، جس کے چار گھٹنے ہوتے ہیں۔

◄ دنیا میں ہر سال پانچ لاکھ زلزلے آتے ہیں، جن کا آلات کی مدد سے پتا چل جاتا ہے۔ ان میں سے ایک لاکھ زلزلے ایسے ہوتے ہیں جو محسوس ہوتے ہیں، لیکن صرف ایک سو زلزلے ایسے ہوتے ہیں، جو تباہی پھیلاتے ہیں۔

◄ ہمیں اپنے نوے فی صد خواب صبح اُٹھنے کے بعد یاد نہیں رہتے۔

◄ یہ جان کر آپ کو حیرت ہو گی کہ رنگین ٹیلے وژن آنے کے بعد لوگوں نے بلیک اینڈ وائٹ خواب دیکھنا کم کر دیے ہیں۔

◄ انگلستان میں جب ۱۹۶۶ء کا کرکٹ ورلڈ کپ ہو رہا تھا تو ٹرافی چوری کر لی گئی، جس کا سراغ ایک کتے کی مدد سے لگایا گیا۔

◄ شہد کی ملکہ مکھی روزانہ ڈیڑھ ہزار انڈے دیتی ہے۔

◄ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اگر آپ قہقہے لگائیں تو آپ کا وزن کم ہو جائے گا۔

چارلی چپلن کی ناکامی

مرسلہ: ماہم اسلم، شریف آباد

شہر میں اعلان کیا گیا: ''نقالی کا مقابلہ منعقد ہو رہا ہے۔ پہلا انعام اس شخص کو دیا جائے گا، جو چارلی چپلن کی ہو بہو نقل اُتارے گا۔''

مشہور اداکار چارلی چپلن کو شرارت سوجھی اور اس مقابلے میں شرکت کے لیے خود بھی پہنچ گیا۔

نقالی کا مقابلہ شروع ہوا۔ چارلی چپلن نے بھی اداکاری کی۔ جب نتائج کا اعلان ہوا تو پتا چلا کہ چارلی چپلن مقابلہ ہار چکا ہے اور انعام ایک دوسرا شخص لے اُڑا۔

دوست اور دشمن

مرسلہ: محمد ایان، نارتھ کراچی

انڈونیشیا کے جنرل ناسوشن جب میدانِ جنگ سے اپنے شہر پہنچے تو گھبرا رہے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو جواب دیا: ''میدانِ جنگ میں دشمن کو پہچاننا آسان ہے، کیوں کہ وہ ایک قسم کی وردی پہنتا ہے، لیکن یہاں دوست اور دشمن میں تمیز کرنا ممکن نہیں ہے۔''

جہالت کی ذلت

مرسلہ: حانیہ حسین، گلزار ہجری

ایک آدمی نے مشہور زمانہ فلسفی حکیم ارسطو سے کہا: ''مجھ میں علم کی مشقت برداشت کرنے کی اب طاقت نہیں رہی۔''

حکیم ارسطو نے جواب دیا: ''تو پھر ساری زندگی جہالت کی ذلت برداشت کرتے رہو۔''

عقل اور جنون

مرسلہ: ہاشم خان، ایبٹ آباد

کسی فلسفی سے اس کے عقیدت مند شاگرد نے سوال کیا: ''استاد! اگر کسی انسان کا عقل سے کام نہ نکلے تو وہ کیا کرے؟''

فلسفی نے جواب دیا: ''اسے جنون سے کام لینا چاہیے، کیوں کہ دنیا کے عظیم الشان اور یادگار کام جنون ہی سے انجام پائے ہیں۔''

عظمت کیا ہے؟

مرسلہ: افشاں ناز، لیاقت آباد

ایک بدو گدھے پر سوار ہو کر حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس گیا اور بڑائی ہانکنے لگا کہ میں فلاں معزز قبیلے سے ہوں، میرا باپ ایسا تھا اور میرا دادا ایسا۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''عقل انسان کا حسب ہے، اس کی شرافت اور تقوا اس کی عظمت۔ اگر یہ اوصاف تم میں موجود ہیں تو تم اچھے ہو، ورنہ یہ گدھا تم سے اچھا ہے۔''

علم کی خواہش

مرسلہ: انیلا محمود انصاری، میر پور خاص

بخارا کا ایک بادشاہ کسی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ شاہی طبیب نے بہت علاج کیا، لیکن مرض کی شدت میں کمی نہ آئی۔ بادشاہ نے اعلان کرا دیا کہ جو شخص اس کا کام یاب

علاج کرے گا اسے منھ مانگا انعام دیا جائے گا۔ اعلان سن کر ایک سترہ سال کا لڑکا دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے علاج شروع کیا۔ لڑکے کے علاج سے بادشاہ کے مرض میں کمی آتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ وہ بالکل تن درست ہو گیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے لڑکے سے کہا: ''مانگو، کیا مانگتے ہو؟''

ہر شخص کے ذہن میں تھا کہ لڑکا ہیرے جواہرات مانگے گا یا آدھی سلطنت کا مطالبہ کرے گا، لیکن لڑکے نے کہا: ''بادشاہ سلامت! آپ مجھے اپنے کتب خانے سے چند عظیم کتابیں پڑھنے کے لیے دے دیجیے۔''

لڑکے کی یہ خواہش سن کر سب حیران رہ گئے۔ یہ سترہ سال کا لڑکا بعد میں مشہور طبیب ''بوعلی سینا'' کے نام سے مشہور ہوا۔

سنگسار

مرسلہ: محمد نہال ضمیر، ایف سی ایریا، کراچی

ایک مولوی صاحب کے جوش ملیح آبادی سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ کئی روز کی غیر حاضری کے بعد ملنے آئے تو جوش صاحب نے پوچھا: ''جناب! اتنے دن کہاں رہے؟''

مولوی صاحب بولے: ''کیا بتاؤں جوش صاحب! پہلے ایک گردے میں پتھری تھی، اس کا آپریشن کرایا تو اب دوسرے گردے میں پتھری ہے۔''

مولوی صاحب کی بات سن کر جوش صاحب بولے: ''میں سمجھ گیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اندر سے سنگسار کر رہا ہے۔''

فارغ البال

مرسلہ: پارس خان، کراچی

مشہور شاعر حفیظ جالندھری کے سر کے بال اڑ چکے تھے۔ آپ کے کسی بے تکلف دوست نے پوچھا: ''حفیظ صاحب! سر کے بال نہ ہونے کی وجہ سے کوئی تکلیف تو نہیں؟''

حفیظ صاحب نے کہا: ''تکلیف کیا ہوگی، البتہ وضو کرتے وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مسح کہاں تک کرنا ہے۔''

☆☆☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

ایس۔ ایم ذیشان شیرازی، ملتان
وسیم عنایت، سرگودھا
سیدہ مبین فاطمہ عابدی، جہلم
تسبیحہ ممتاز، کراچی
کائنات طاہر، کراچی
عائشہ کلثوم، کراچی
اسما کنول، رحیم یار خان
محمد جعفر گروٹ، خوشاب

گرمی کا موسم آیا

مرسلہ: ایس۔ ایم ذیشان شیرازی، ملتان

دیکھو! موسم گرما آیا
فطرت نے سردی کو بھگایا
دھوپ کی حدّت نے یہ بتایا
پھر گرمی کا موسم آیا
کیسی فضاؤں میں حدّت ہے
ایسی گرمی کی شدت ہے
گلشن میں ہر گل کھلایا
پھر گرمی کا موسم آیا
بھاپ سے اب بنتے ہیں بادل
کردیں گے دھرتی کو جل تھل
بارش نے سب کو نہلایا
پھر گرمی کا موسم آیا
دھوپ سے ہونے لگی ہے نفرت
چھاؤں سے بڑھنے لگی ہے الفت
سوچ نے ہماری پھیرا کھایا
پھر سردی کا موسم آیا

استاد کی عظمت

وسیم عنایت، سرگودھا

میں اپنے گاؤں سے شہر واپس آرہا تھا۔ راستے میں مجھے ایک چھوٹا سا ہوٹل نظر آیا۔ میں نے سوچا کہ چلو، چاے پی لیتے ہیں۔ ہوٹل میں داخل ہوا تو میں حیران رہ گیا۔ وہاں جو آدمی میزوں پر چاے پہنچا رہا تھا۔ وہ میرا ہم جماعت یوسف تھا۔ وہ قریب آیا تو میں نے کہا: ''تم یہاں؟''

اسے بھی حیرت ہوئی: ''بابر! تم یہاں کیسے؟'' وہ مجھ سے بغل گیر ہوگیا۔

''بیٹھو، میں تمھارے لیے چائے لے کر آتا ہوں۔'' یوسف نے کہا۔

''نہیں، پہلے تم یہ بتاؤ، تم ہوٹل میں بیرے کا کام کیوں کررہے ہو؟ ایسے کام تو اَن پڑھ لوگ کرتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

یوسف نے کہا: ''ہم دونوں نے اکھٹے میٹرک کا امتحان دیا، تم تو پاس ہوگئے، جب کہ میں تین مضامین میں فیل ہوگیا۔ مضامین دوبارہ پاس کرنے لیے میں دوسرے اسکول میں داخلہ لے کر پڑھنے لگا۔ ایک دن شرارت کرنے پر استاد مجھے مارنے کے لیے آگے بڑھے، جس پر میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ بدتمیزی کرنے کے بعد میں نے استاد کو دھکا دیا۔ استاد بے چارے بوڑھے تھے نیچے جاگرے۔ اس وقت استاد نے مجھے بددعا دی کہ کبھی بھی تعلیم مکمل نہیں کر سکو گے، ہمیشہ فیل ہوتے رہو گے۔

ایک مہینے کے بعد استاد کا تبادلہ کسی اور جگہ ہوگیا۔ جب میں نے میٹرک کے پیپر دیے اور رزلٹ آیا تو پتا چلا کہ میں پھر تین مضامین میں فیل ہوگیا ہوں۔ اس طرح تین چار بار میٹرک کا امتحان دیا، لیکن ہر بار کبھی دو، کبھی تین مضامین میں فیل ہوجاتا۔ مجھے اس وقت استاد کی بددعا یاد آئی۔ میں نے ان استاد کو بہت تلاش کیا کہ وہ مجھے مل جائیں اور میں اُن سے معافی مانگوں، لیکن وہ نہ ملے۔ یہ تھی میری کہانی۔'' یوسف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا، پھر اُٹھ کر میرے لیے چائے لینے چلا گیا۔

وقت اور محبت

سیدہ مبین فاطمہ عابدی، جہلم

ایک جزیرے پر خوشی، غم، محبت، خود غرضی، خودنمائی، دولت اور علم وغیرہ ایک ساتھ رہتے تھے۔

ایک روز اعلان ہوا کہ جزیرہ ڈوبنے والا ہے۔ یہ سن کر سب نے بچ نکلنے کے لیے اپنی اپنی کشتیاں تیار کرلیں اور ایک ایک کرکے جزیرے سے نکلنے لگے، صرف ''محبت'' جزیرے پر رکی رہی، کیوں کہ اسے اس جگہ سے محبت تھی اور وہ آخر تک یہاں رہنا چاہتی تھی، لیکن جب جزیرہ تیزی سے ڈوبنے لگا تو اسے بھی یہاں سے نکلنے کی فکر ہوئی۔ اس کے سامنے سے کشتیاں تیزی سے گزر رہی تھیں۔ اس نے سوچا، کسی کشتی پر سوار ہوکر وہ بھی یہاں سے نکل جائے۔

اس نے ''دولت'' کو جاتے دیکھ تو اس سے کہا کہ مجھے بھی اپنی کشتی میں سوار کرلو۔ دولت نے تڑخ کر جواب دیا: ''میں تمھیں اپنی کشتی میں نہیں بٹھا سکتی، کیوں کہ یہ ویسے ہی سونے چاندی سے بُری طرح لدی ہوئی ہے۔ بھلا اس میں تمھارے لیے جگہ کیسے نکل سکتی ہے۔''

محبت نے ایک اور کشتی کو آتے دیکھا جس پر ''خودنمائی'' سوار چلی آرہی تھی۔ اس بجی سجائی کشتی کو دیکھ کر محبت کو یقین ہوگیا کہ خودنمائی اسے ضرور اپنی کشتی میں جگہ دے دے گی، لیکن اس نے بھی یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ میں تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکتی۔ تم پانی میں شرابور ہو، جب تم میری کشتی پر سوار ہوگی تو میری کشتی گندی ہوجائے گی۔''

اس کے پیچھے ''خودغرضی'' اپنی کشتی پر چلی آرہی تھی۔ محبت اس کی طرف مدد کے لیے لپکی، مگر اس نے بھی صاف جواب دے دیا: ''بہن! محبت میں بہت غمگین ہوں، اس لیے مجھے اس وقت تنہائی کی ضرورت ہے۔''

اتنے میں ''خوشی'' کی کشتی گزرنے لگی، لیکن وہ اپنے آپ میں اتنی مگن تھی کہ اس نے محبت کی آواز نہ سنی اور چپکے سے گزر گئی۔

یکا یک ایک بھاری آواز سنائی دی: ''آؤ، میری کشتی میں جلدی سے سوار ہوجاؤ۔ میں تمھیں خشکی پر لے چلوں گا۔''

بوڑھے کی خوب صورت آواز تھی، جسے سن کر محبت کو بہت تسلی ہوئی۔ وہ خوشی کے مارے اس کا نام پوچھنا بھی بھول گئی۔ آخر وہ خشک زمین پر جا اُتری۔ بوڑھے آدمی

نے اُترتے ہی اپنی راہ لی۔

اب محبت کو احساس ہوا کہ یہ اس نے اپنے محسن کا نام تو پوچھا ہی نہیں۔ اسی دوران اس نے دانش مندی کا لباس زیب تن کیے ''علم'' کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس سے پوچھا: ''بھائی! ذرا بتاؤ تو یہ بڑے میاں کون تھے، جنھوں نے میری مدد کی اور مجھے ڈوبنے سے بچالیا؟''

علم نے حیرت سے جواب دیا: ''کیا تم انھیں نہیں جانتیں؟ یہ بڑے میاں ''وقت'' تھے۔''

محبت نے کہا: ''اچھا، مگر انھوں نے میری مدد کیوں کی؟''

علم نے مسکرا کر جواب دیا: ''اس لیے کہ صرف وقت ہی کو محبت کی قدر و قیمت احساس ہوتا ہے۔''

شیر اور گدھا

تسبیحہ ممتاز، کراچی

ایک شیر اور گدھے میں گہری دوستی ہوگئی۔ گدھا ہمیشہ شیر کے ساتھ رہتا تھا، اس لیے شیر کی وجہ سے گدھے کو بھی کوئی کچھ نہیں کہتا تھا، لیکن گدھا یہ سمجھتا تھا کہ یہ سب اس سے ڈرنے لگے ہیں۔ ایک دن گدھا اور شیر کہیں جا رہے تھے۔ اچانک سامنے بھیڑیوں کا ایک غول نظر آیا۔ انھیں دیکھ کر گدھے کو جوش آ گیا اور وہ زور زور سے چلّانے اور ان کے پیچھے بھاگنے لگا۔ شیر کی وجہ سے سب ڈر کر بھاگنے لگے، کیوں کہ سب کو اپنی جان پیاری تھی۔

گدھا بہت خوش ہوا اور خوشی سے شیر کے پاس واپس آیا۔ شیر نے پوچھا: ''آج کیا ہوا، تم بہت زور زور سے کیوں چلّا رہے تھے؟''

گدھے نے اکڑ کر کہا: ''تم نے نہیں دیکھا کہ بھیڑیے مجھ سے ڈر کر بھاگ رہے تھے۔ انھیں ڈر تھا کہ میں انھیں کھا جاؤں گا۔''

یہ سن کر شیر کو ہنسی آ گئی اور کہا: ''تم میرے دوست ہو۔ یہ سب جانتے ہیں اور یہی ایک وجہ ہے ان کے ڈر کی، لیکن یہ سب اس وقت نہ کرنا، جب میں تمھارے ساتھ

نہ ہوں، ورنہ بھیڑیے تمھیں چیر کر کھا جائیں گے۔''

گدھے نے کہا: ''تم ٹھیک کہتے ہو میں بھول گیا تھا کہ دوسرے کے بل بوتے پر دشمنی مول نہیں لینی چاہیے۔''

نیکی کا انعام

کائنات طاہر، کراچی

گڈو بہت پیارا اور سب کا لاڈلا تھا۔ ایک دن وہ سیڑھیوں سے اُترنے لگا تو وہ لڑھکتا ہوا نیچے پکے فرش پر گر پڑا، جس سے اس کے سر پر بہت شدید چوٹیں آئیں۔ سب گھر والے بھاگ کر گڈو کے پاس آئے۔ زیادہ خون بہ جانے کی وجہ سے گڈو بے ہوش ہو چکا تھا۔ ابو جان اور بھائی جان نے گاڑی نکالی اور گڈو کو فوراً اسپتال لے گئے۔

وہاں جا کر انھیں معلوم ہوا کہ خون زیادہ بہ جانے کی وجہ سے گڈو کی حالت بہت نازک ہے۔ اتنا سننا تھا کہ تمام گھر والوں کی گویا جان نکل گئی۔ ہر شخص اپنے آپ کو قصور وار ٹھیرانے لگا۔ امی جان کا تو رو رو کر بُرا حال تھا۔ دادی جان تو گویا جائے نماز کی ہی ہو کر رہ گئیں۔ ہر شخص شدت سے دعائیں کرنے لگا۔

گڈو کے ابو قریشی صاحب گھبراہٹ میں ٹہل رہے تھے کہ اچانک کسی عورت کے چیخنے اور رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ انھوں نے آگے بڑھ کر اس عورت سے رونے کی وجہ پوچھی۔

اس عورت نے روتے ہوئے بتایا: ''میرا چاند جیسا بیٹا جو میرا واحد سہارا ہے، اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر اس کے آپریشن کے لیے پچاس ہزار روپے مانگ رہے ہیں۔ بھلا مجھ غریب کے پاس اتنی بڑی رقم کہاں سے آئے گی۔ کوئی میرے بچے کو بچا لے، ہائے! کوئی میرے بچے کو بچالے۔''

اتنا سننا تھا کہ گڈو کے قریشی صاحب کو لگا، جیسے کوئی ان سے ان ہی کے بچے کی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔ انھوں نے کہا: ''آپ فکر نہ کریں بہن جی! میں آپ

کے بیٹے کا آپریشن کرواؤں گا۔'' یہ سن کر اس خاتون کا چہرہ خوشی سے جگمگانے لگا۔ گڈو کے ابو نے پچاس ہزار روپے آپریشن کے لیے جمع کرا دیے۔ کچھ دیر بعد انھیں ڈاکٹر صاحب آتے دکھائی دیے، جو ان کے بڑے بیٹے فاضل سے کچھ کہہ کر آ رہے تھے۔ قریشی صاحب دوڑ کر فاضل کے پاس پہنچے تو وہاں ایک خوش خبری ان کی منتظر تھی۔ فاضل نے بتایا کہ گڈو کی جان بچ گئی ہے اور اب وہ ہر قسم کے خطرے سے باہر ہے۔ قریشی صاحب کی نگاہوں میں اس خاتون کا خوشی سے جگمگاتا چہرہ آ گیا، جس کی وہ ابھی ابھی مدد کر کے آئے تھے۔ قریشی صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ سب کی آنکھوں میں آنسو تھے، مگر اب یہ آنسو غم یا پریشانی کے نہیں بلکہ گڈو کے بچ جانے کی خوشی کے تھے۔

اصل بات

عائشہ کلثوم، کراچی

کسی گاؤں میں ایک نیک سیرت آدمی رہا کرتا تھا جس کا نام دولت خان تھا اور وہ حقیقتاً تہذیب اور سادگی کی دولت سے مالا مال تھا۔ اس کی ایک اچھی عادت یہ تھی کہ اگر کسی کی کوئی بھی اچھی بات معلوم ہوتی تو وہ اس پر فوراً عمل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس کا دوست اللہ دتہ بھی اس کی طرح نیک تھا۔ دونوں بہت محنتی تھے۔ اپنی فصلوں پر پوری محنت کرتے اور اچھی فصل حاصل کر کے اس کا صلہ پاتے۔ گاؤں والوں کے کام آنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

جمعے کے دن دولت خان اور اللہ دتہ نماز کے لیے جامع مسجد گئے تو خطبے کے دوران انھوں نے مولانا صاحب کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ نے تمام انسانوں کے رزق کا ذمہ لے لیا ہے، کیوں کہ وہ رازق ہے، اس لیے رزق حاصل کرنے کے لیے ناجائز ذرائع سے گریز کرتے ہوئے اللہ کے احکام کو یاد رکھنا چاہیے۔''

دولت خان کے دل پر اس بات نے بہت گہرا اثر کیا کہ جب رزق کا ذمہ اللہ کے ہاتھ ہے تو میں محنت کروں یا نہ کروں۔

میری فصلیں اللہ کی دین ہے اور وہ مجھے بھوکا نہیں مارے گا۔ بس یہی سوچ رکھ کر اس نے معمولی سی محنت کی اور اپنے کھیت بھی کچھ دیر کے لیے جاتا تھا۔ اللہ دتہ کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی تھی کہ یہ اچانک دولت خان کو کیا ہوگیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد فصلوں کی کٹائی ہوئی تو نتیجہ حسبِ توقع نکلا۔ اللہ دتہ کی فصل ہمیشہ کی طرح زیادہ اور بہترین درجے کی تھی اور جب کہ دولت خان کی فصل اوسط درجے کی بلکہ کم تھی۔

دولت خان بے حد مایوسی کے عالم میں سر پکڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اللہ دتہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''کیا بات ہے کہ اس دفعہ تمھاری فصل معمول سے ہٹ کر کم ہوئی ہے۔''

دولت خان نے پریشانی کے عالم میں پورا قصہ سنا دیا کہ مولانا صاحب کی بتائی ہوئی بات پر عمل کیا تھا۔

''مولانا صاحب کی بات تو ٹھیک ہی تھی، مگر تم ان کی بات کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے اور اس کا غلط مطلب لیا۔'' دولت خان کو سمجھاتے ہوئے اللہ دتہ نے اپنی بات جاری رکھی: ''تم کو ایک قصہ سناتا ہوں، پھر شاید کہ تم بات ٹھیک طرح سے سمجھ جاؤ۔''

ذرا رک کر وہ بولا: ''ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھم کے پاس آیا اور کہا کہ میں تجارتی سفر پر جا رہا ہوں۔ سوچا کہ آپ سے ملاقات کرلوں، کیوں کہ اندازہ ہے کہ سفر میں کئی مہینے لگ جائیں۔ اس ملاقات کے چند دن کے بعد انھوں نے دیکھا کہ وہ شخص دوبارہ مسجد میں موجود ہے تو انھوں نے پوچھا: ''آپ سفر پر نہیں گئے؟''

اس نے کہا: ''گیا تھا، مگر راستے میں ایک واقعہ دیکھ کر واپس ہولیا۔''

حضرت ابراہیم بن ادھم کی خواہش پر اس نے بتایا کہ ایک غیر آباد علاقے میں پہنچ کر وہاں میں نے پڑاؤ ڈالا۔ اس ویرانے میں ایک زخمی چڑیا دیکھی۔ میں نے سوچا کہ اس ویرانے میں یہ اپنی خوراک کیسے حاصل کرتی ہوگی۔ اس سوچ میں تھا کہ اتنے میں

ایک اور چڑیا آئی۔ اس نے اپنی چونچ میں کوئی چیز دبا رکھی تھی۔ وہ معذور چڑیا کے پاس اُتری تو اس کی چونچ سے کوئی چیز اس چڑیا کے سامنے گرگئی۔ معذور چڑیا نے اسے اُٹھا کر کھالیا۔ اس کے بعد آنے والی چڑیا نے کئی بار اسے کچھ لا کر کھلایا۔ سبحان اللہ۔ یہ منظر دیکھ کر میں سوچا کہ جو اللہ تعالیٰ ایک چڑیا کا رزق اس طرح اس کے پاس پہنچا سکتا ہے تو مجھے رزق کے حصول کے لیے شہروں شہروں پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چناں چہ میں آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہیں سے واپس چلا آیا۔''

یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادھم نے کہا: ''تم نے اپاج پرندے کی طرح بننا کیوں پسند کیا؟ تم نے یہ کیوں نہ چاہا کہ تمھاری مثال اس پرندے کی سی ہو، جو اپنی قوتِ بازو سے خود بھی کھاتا ہے اور دوسرے پرندوں کو بھی کھلاتا ہے۔''

یہاں تک یہ قصہ سنا کر اللہ دتہ خاموش ہو کر دولت خان کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگا، پھر کہا: ''مولوی صاحب کی باتوں کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم محنت نہ کرو، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ اللہ پر یقین رکھو، لیکن محنت بھی کرتے رہو، اس کی نافرمانی سے بچا کرو۔''

دولت خان نے یہ سنا تو اللہ دتہ کا ہاتھ چوم لیا اور کہا: ''تم نے میری آنکھیں کھول دیں ہیں۔ میرے سمجھنے میں غلطی تھی اور آیندہ جو بات میری سمجھ میں نہیں آئے گی تو میں ضرور پوچھا کروں گا۔''

''اگلی دفعہ اللہ پہ بھروسے کے ساتھ ساتھ محنت بھی کرنا۔'' اللہ دتہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے بھی مسکرانے میں اللہ دتہ کا ساتھ دیا۔

خدمت کرتے رہنا سیکھو

مرسلہ: اسما کنول، رحیم یار خان

بچو! لکھنا پڑھنا سیکھو
صبح سویرے اُٹھنا سیکھو
تم سے روشن رخشاں گھر سب
نور پھیلائے رکھنا سیکھو

خدمت میں ہے عزت، عظمت
خدمت کرتے رہنا سیکھو
آندھی ہو یا طوفان آئے
سنبھل سنبھل کر چلنا سیکھو
بگڑے کام بنائے رکھنا
مشکل میں کام آنا سیکھو
پاک وطن ہے پیارا پیارا
پیار کرو، پیار کرنا سیکھو
اسما کاہلی، سُستی چھوڑو
سب سے آگے رہنا سیکھو

کتب خانے ترقی کے اساس

محمد جعفر گروٹ، خوشاب

علم کے پھیلاؤ میں کتابوں کا کردار بہت اہم ہے۔ کتابیں طالب علم کے ذہن میں علم کے چراغ جلاتی ہیں، جن کی روشنی میں وہ علم کے راستے پر گامزن ہوجاتا ہے اور اپنی منزل خود تلاش کرتا ہے۔ اچھی کتابوں کا وجود ایک نعمت سے کم نہیں، کیوں کہ ان سے اچھائیوں کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ کتابوں کا مطالعہ سوچنے سمجھنے کی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔ حصولِ علم کے لیے مطالعہ ایک اہم بنیادی ضرورت ہے، کیوں کہ اس سے کم وقت میں وہ باتیں سیکھی جا سکتی ہیں، جن کے عملی طور پر سیکھنے کے لیے ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمی دنیا میں کتب خانوں کا وجود صحرا میں پانی کی حیثیت رکھتا ہے۔

مطالعہ ایک ایسا دریچہ ہے، جس کے ذریعے سے ہم گزرے ہوئے زمانے میں جھانک سکتے ہیں۔ اُن لوگوں سے مل سکتے ہیں، جو اب موجود نہیں ہیں، ان کے حالات جان سکتے ہیں۔

یہی نہیں، بلکہ ان کے فیصلوں کے غلط یا درست ہونے کا اندازہ بھی کر سکتے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم اپنے اقدام کی درست سمت متعین کر سکتے ہیں اور اپنے وہ اعلا مقاصد حاصل کر سکتے ہیں، جن سے ملک و قوم کی بھلائی مقصود ہو۔ کتابوں کو

ملک کی ترقی کے اساس قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہاں کتابوں سے مراد وہ معیاری کتابیں ہیں جو نوجوانوں کی کردار سازی میں معاون ثابت ہوں، جو انھیں اخلاقی سانچے میں ڈھال سکیں۔ اسلام کے اصول سکھائیں، ماں باپ کے مقام کے متعلق بتائیں، اچھا شہری بنائیں، لوگوں کا مددگار اور محب وطن پاکستانی بنا سکیں۔

ملکی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس ملک کے افراد اعلا صلاحیتوں کے مالک اور جدید ترقی کی رفتار سے واقف ہوں اور نت نئی تبدیلیوں سے اپنے آپ کو باخبر رکھیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے کتب خانوں میں ایسا مواد مہیا کیا جائے جو انھیں جدید معلومات مہیا کرے، تاکہ وہ ترقی یافتہ اقوام کے ساتھ شانہ بشانہ چل سکیں، لیکن یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک ہم ایک خاص ماحول پیدا نہ کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ لوگوں کو مطالعے کی افادیت اور اہمیت سے آگاہ کریں۔ ملکی ترقی اور خوش حالی کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ہم اپنے علم اور معلومات کو جدید علوم و فنون سے ہم آہنگ رکھیں۔

☆☆☆

ہر مہینے ہزاروں تحریریں

ہمدرد نونہال میں شائع ہونے کے لیے ہر مہینے ہزاروں تحریریں (کہانیاں، لطیفے، نظمیں اور اشعار) ہمیں ملتی ہیں۔ ان میں سے جو تحریریں شائع ہونے کے قابل نہیں ہوتیں ان تحریریں کے نام "اشاعت سے معذرت" کے صفحے میں شائع کر دیے جاتے ہیں۔ لطیفوں، چھوٹی تحریروں اور اقتباسات وغیرہ کے نام اس صفحے میں نہیں دیے جاتے۔

نونہالوں سے درخواست ہے کہ وہ ہم سے خط لکھ کر سوال نہ کریں۔ ایسے خطوں کے جواب سے وقت بچا کر ہم اسے رسالے کو زیادہ بہتر بنانے میں خرچ کرتے نا چاہتے ہیں۔ ☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ مئی ۲۰۱۲ء کے بارے میں ہیں

● مئی کے شمارے میں رنگارنگ تحریریں دل کو بھا رہی ہیں۔ صحت مند زندگی، خوشی کے پھول، بکریوں کا اتحاد اور بھوکی بلی بڑی دل چسپ تحریریں تھیں۔ باعنوان انعامی کہانی، کچھ زیادہ پسند نہیں آئی۔ ایک کپ چائے کہانی پڑھ کر اکتاہٹ طاری ہوگئی۔ نظموں میں حمد باری تعالیٰ، چلیں گے ہم اور قلم بہت پسند آئیں۔ حسن رضا سردار، کاموکی۔

● مئی کا شمارہ زبردست تھا۔ کہانیوں میں بکریوں کا اتحاد (سعدیہ غفار)، بھوکی بلی (جاوید بسام)، دو ٹکے (محمد اقبال شمس)، ایک کپ چائے (اشتیاق احمد) اچھی تھیں۔ باعنوان انعامی کہانی بالکل بور تھی۔ نونہال مصور میں ایمن جان عالم کی تصویر دل کش تھی۔ رامین فاطمہ، محمد عمر، محمد عبداللہ ظفر، جگ نا معلوم۔

● مئی کے شمارے کا سرورق خاص نہیں ہے۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح خوب سے خوب تر ہیں۔ تمام مستقل سلسلے زبردست ہیں، علم دریچے کو زیادہ خاص بنائیں اور روشن خیالات کو بھی۔ اس شمارے کی تحریروں میں ایک کپ چائے (اشتیاق احمد)، صحت مند زندگی (مسعود احمد برکاتی)، بکریوں کا اتحاد (سعدیہ غفار)، بھوکی بلی (جاوید بسام) اور موچی کا بیٹا (صداقت حسین ساجد) عمدہ اور پسندیدہ تحریریں ہیں۔ نظمیں تمام پسند آئیں۔ ایس ایم ذیشان شیرازی، ملتان۔

● میں ہمدرد نونہال بڑے شوق سے پڑھتا ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھنے کے لیے دیتا ہوں۔ باعنوان انعامی کہانی اور علم دریچے، ہنسی گھر، روشن خیالات وغیرہ بہت پسند آئے۔ آپ بچوں کو خوش کرنے کے لیے ہمدرد نونہال میں بہت اچھی سی کہانیاں لطیفے اور معلوماتی تحریریں لکھتے ہیں۔ حافظ محمد وقاص، جگ نا معلوم۔

● مئی کا ہمدرد نونہال بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں سب سے اچھی ایک کپ چائے لگی۔ دو ٹکے اور بکریوں کا اتحاد بھی پسند آئیں۔ انکل! نونہال میں پہیلیوں کا سلسلہ بھی شروع کریں۔ سیدہ ادیبہ اسد، کراچی

● انکل! مئی کا شمارہ خوب تھا۔ لگتا ہے آپ نے کہانیاں چن چن کر لگائی ہیں۔ آپ کی ہمت و عظمت کو سلام کرتے ہیں کہ اس عمر میں بھی آپ نونہال کی ادارت کر رہے ہیں۔ میں نے ایک رسالہ "بچوں کا اسلام" میں آپ کا انٹرویو پڑھا تھا۔ وہاں سے میں ہمدرد نونہال سے متعارف ہوئی ہوں اور اس دن سے پڑھتی چلی آ رہی ہوں۔ آپ نے ناول لکھے ہیں اور اگر لکھے ہیں تو ان کی تعداد بھی بتائیں اور اپنا کوئی ناول نونہال میں بھی شائع کریں۔ شیریں عبدالصمد، بھٹہ۔

> میرے ترجمہ کیے ہوئے چار ناولوں کے نام یہ ہیں: (۱) مونٹی کرسٹو کا نواب (۲) ہزاروں خواہشیں (۳) تین بندوقچی (۴) پیاری سی پہاڑی لڑکی۔ کوئی نیا ناول لکھوں گا تو وہ ہمدرد نونہال میں قسط وار شائع کروں گا۔

● ماہ نامہ ہمدرد نونہال مئی کا شمارہ بہت خاص تھا۔ بلال محمد یاسین مقربت۔

● مئی کا شمارہ ہماری سوچ سے بھی بڑھ کر اچھا تھا۔ بکریوں کا اتحاد، بھوکی بلی، دو ٹکے اور نقش قدم زبردست کہانیاں تھیں۔ اس بار کے سوال بھی بہت آسان تھے۔ نونہال ادیب اور علم دریچے کی تحریریں اچھی تھیں۔ مہور سخاوت، حیدر آباد۔

● مئی کے شمارے میں تقریباً سب کچھ ہی زبردست تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بھی بہت اچھی تھی۔ لطیفے بھی زبردست تھے۔ کہانیاں سب ہی اچھی تھیں۔ سدرہ ضیا، مین آرائیں، شہداد پور۔

● مئی کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ ایک کپ چائے انکل اشتیاق احمد کی بہت ہی خوب صورت کہانی تھیں۔ خوشی کے پھول سمیت تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ ذکیہ احمد، جگ نا معلوم۔

● مئی کے شمارے میں سب سے اچھی کہانیاں بکریوں کا اتحاد (سعدیہ غفار) اور بھوکی بلی (جاوید بسام) لگیں۔ ابابیل کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل ہوئی، ہنسی گھر کے لطیفے بھی اچھے تھے۔ اقصیٰ، جاوید انصاری، جھول۔

● مئی کا شمارہ زبردست تھا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ بھوکی بلی اور بکریوں کا اتحاد بہت پسند آئیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی بھی شان دار تھی۔ غرض کہ ہر کہانی اچھی تھی۔ ثمرہ جاوید، سانگھڑ۔

● مئی کا شمارہ ایک نہ بھولنے والا شمارہ تھا۔ تمام کہانیاں سپر ہٹ تھیں۔ بھوکی بلی اور بکریوں کا اتحاد بہت پسند آئیں۔ ان کے علاوہ تمام شمارہ بہت عمدہ اور اچھا تھا۔ انکل! کیا ہم بلاعنوان کہانی بھیج سکتے ہیں؟ سیدہ دانیال قمر، بہاول پور۔

پہلے عنوان والی کہانی بھیجیں تاکہ معیار کا اندازہ ہو سکے۔ اگر کہانی اچھی ہوئی تو ہم اس کو بلاعنوان کر دیں گے۔ اگر کہانی میں جان نہ ہوئی تو عنوان کے ساتھ بھی شائع کرنے سے معذرت کر لیں گے۔

● ہمدرد نونہال شروع سے لے کر آخر تک بہت اچھا تھا۔ لطیفے بھی جان دار تھے۔ رفعت بتول، سرگودھا۔

● مئی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ حمد باری تعالیٰ بہت خوب صورت تھی۔ نقش قدم، دو ٹکے، موچی کا بیٹا، خوشی کے پھول، بکریوں کا اتحاد بہت خوب صورت کہانیاں تھیں۔ ''صحت مند زندگی'' میں بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوئیں۔ ہنسی گھر میں عام سے لطیفے پڑھ کر مایوسی ہوئی۔ شیخ حسن جاوید، احمد شیخ، دعا انور، کورنگی، کراچی۔

● اس ماہ ایک کپ چائے، خوشی کے پھول، بھوکی بلی، نقش قدم، موچی کا بیٹا اور بلاعنوان انعامی کہانی بہت اچھی ہیں۔ ادیبوں کی نرالی عادتیں، صحت مند زندگی، روشن خیالات، انقلابی شاعر حبیب جالب اور پیش گوئی کا فائدہ معلوماتی مضامین تھے۔ نونہال خبرنامہ اور نظام شمسی سے باہر زندگی سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوا۔ آمنہ، عائشہ سعید، ہانیہ، زہرہ، اویس، حسن، کراچی۔

● مئی کے شمارے میں ایک کپ چائے اور بکریوں کا اتحاد بہت ہی زبردست کہانیاں تھیں۔ ان کے علاوہ کہانی نقش قدم اور دیگر تحریریں بھی لاجواب تھیں۔ اویس نور ال گذانی، میرپور ماتھیلو۔

● بکریوں کا اتحاد (سعیہ غفار) بہت ہی عمدہ رہی۔ سنبل ماہین، سرگودھا۔

● مئی کا شمارہ بہت ہی لاجواب تھا۔ عائشہ عروج، سرگودھا۔

● کہانی ایک کپ چائے ٹاپ پر تھی۔ اس کے علاوہ صحت مند زندگی، خوشی کے پھول، بکریوں کا اتحاد اور بھوکی بلی بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ لطیفے بہت پسند آئے۔ دو ٹکے بھی سبق آموز کہانی تھی۔ عائشہ مجید، لاہور۔

● ہمارا ہمدرد نونہال بہت اچھا جا رہا ہے۔ تمام سلسلے بہترین ہیں۔ ایمن خالد، واہ کینٹ۔

● مئی کا شمارہ زبردست تھا۔ روشن خیالات، علم دریچے اور نونہال ادیب بھی پسند آئے۔ کہانیوں میں بکریوں کا اتحاد (سعیہ غفار)، ایک کپ چائے (اشتیاق احمد) اور خوشی کے پھول (وقار محسن) بہت اچھی لگیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ محمد طلحہ مغل، ڈگری۔

● مئی کا شمارہ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ کہانیوں میں خوشی کے پھول اور دو ٹکے اچھی تحریریں تھیں۔ ایک کپ چائے موجودہ دور کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ اس کے علاوہ نونہال ادیب اور علم دریچے بھی اچھے لگے۔ محمد اعظم مغل، ڈگری۔

● مئی کا شمارہ زبردست تھا۔ سب سے زیادہ اچھی تحریر ''صحت مند زندگی'' (مسعود احمد برکاتی) تھی۔ آسان لفظوں میں معلومات میں اضافہ کرنے والی لاجواب تحریر تھی اور باقی تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ ربیعہ حنیف، کراچی۔

● سرورق کی زارا احمد یوسف کی مسکراہٹ کے کیا کہنے۔ لاجواب سرورق تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بھی خوب ہے۔ ایک کپ چائے (اشتیاق احمد)، بھوکی بلی (جاوید بسام)، بکریوں کا اتحاد (سعیہ غفار) پسند آئیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی اچھی نہیں لگی۔ رانا محمد شاہد اور نسرین شاہین کا مضمون پڑھ کر معلومات اور حیرت دونوں میں یکساں طور پر اضافہ ہوا۔ نظموں میں ''ماں'' نظم بھلی لگی۔ محمد علی بیگ، کراچی۔

● مئی کا شمارہ لاجواب تھا۔ میں بک کلب سے بہت سی کتابیں خریدنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت سستی اور معیاری ہیں۔ میں تمام نونہالوں کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ہمدرد کی زیادہ سے زیادہ کتابیں خریدیں اور دوسروں کو بھی خریدنے کا مشورہ دیں تاکہ نونہال ادب کا منصوبہ کامیاب ہو سکے۔ ان سے میری اردو بھی اچھی ہو گئی ہے۔ شہریار گوندل، ہارون آباد۔

● سرورق بہت خوب صورت تھا۔ جاگو جگاؤ (شہید پاکستان حکیم محمد سعید) کی تحریر نے ہمیں خیالی سوچوں سے مکمل طور پر جگا دیا۔ پہلی بات اور اس مہینے کا خیال بہت منفرد تھا۔ حمد باری تعالیٰ (عباس العزم) بہت خوب اور اچھی تھی۔ آپ کی تحریر ''صحت مند زندگی'' نے

ہمیں صحت مند زندگی کے بہترین اصول بتائے اور واقعی بہت اچھی تحریر تھی۔ حکیم خاں حکیم کی نظم ''چلیں گے ہم'' نے ہمیں سیدھی راہ اور عظمت کا راستہ دکھایا۔ رانا محمد شاہد کی تحریر (ادیبوں کی نرالی عادتیں) بہت اچھی لگی اور انتہائی معلوماتی تحریر تھی۔ روشن خیالات تو اس دفعہ واقعی روشن تھے۔ وقار محسن کی کہانی ''خوشی کے پھول'' کچھ حد تک اچھی اور کچھ حد تک اچھی نہیں لگی۔ سعیہ غفار کی کہانی بکریوں کا اتحاد بہت اچھی لگی۔ اسی طرح انسانوں کا بھی اتحاد ہونا چاہیے۔ بہت زبردست کہانی تھی۔ اشتیاق احمد کی کہانی نے ہمیں حقیقت سے آشنا کیا۔ یہ بہت زبردست، سپر ہٹ تحریر تھی۔ علم دریچے سے معلومات میں اضافہ ہوا۔ بھوکی بلی (جاوید بسام)، نقش قدم (وسیم الرحمٰن ہاشمی) کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ محمد آفتاب عالم سرحدی، کرک۔

● قوس قزح کی طرح ہر طرف رنگ بکھیرتا مئی کا ہمدرد نونہال ہمارے ہاتھوں کی زینت بنا۔ ٹائٹل بہت جاذب نظر تھا۔ کہانیوں میں نقش قدم، دو ٹکے اور بھوکی بلی سپر ہٹ تھیں۔ نظموں میں اقبال کی شاعری اور ماں نے بہت متاثر کیا۔ ہنسی گھر کے لطائف پڑھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ نونہال ادیب میں ایثار، خوش اخلاق شہزادی اور محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی بہت زبردست کہانیاں تھیں۔ عائشہ ثاقب جنجوعہ عاشی، ماہ ثاقب جنجوعہ، ہدف ثاقب جنجوعہ، پنڈ دادن خان۔

● مئی کے ہمدرد نونہال کی کہانیوں میں ایک کپ چائے، خوشی کے پھول اور بکریوں کا اتحاد بہت سبق آموز اور تجسس سے بھرپور تھیں۔ نظموں میں چلیں گے ہم، اقبال کی شاعری اور ماں معیار کی بلندیوں پر تھیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی بہت شان دار تھیں۔ نونہال ادیب میں سیدہ ثمین فاطمہ عابدی کی کہانی ظالم بادشاہ بہت پسند آئی۔ راجا ثاقب محمود جنجوعہ، راجا فرخ حیات، راجا عظمت حیات، پنڈ دادن خان۔

● مئی کا شمارہ اچھا تھا، مگر ہماری نظروں میں صرف دو کہانیاں ہی چھا گئیں۔ پہلے نمبر پر اشتیاق احمد کی کہانی ایک کپ چائے اور وقار محسن کی کہانی خوشی کے پھول۔ یہ دونوں کہانیاں ہمیں زیادہ اچھی لگیں۔ عمر فاروق، لقمان، سلمان، گوجرانوالہ۔

● مئی کا شمارہ ہر شمارے کی طرح بہت اچھا تھا۔ ساری کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ نظم ماں (سید ذوالفقار حسین نقوی) پسند آئی۔ مضمون ''صحت مند زندگی'' (مسعود احمد برکاتی) سے ہمیں بہت سی معلومات ملیں۔ انشراح یاسر انصاری، حاسن یاسر انصاری،

● مئی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں، نظمیں، لطائف، واقعات اور معلوماتی تحریریں بہت پسند آئیں۔ خاص طور پر اشتیاق احمد کی کہانی ''ایک کپ چائے'' بہت اچھی لگی۔ انکل! نونہال مصور کے لیے تصویر کتنی بڑی بنانی چاہیے؟ نعمان عبدالکریم، کراچی۔

کاپی یا رجسٹر سائز کاغذ پر گہرے رنگوں سے بنائیں اور نام پتا تصویر کے پیچھے لکھیں۔

● سب کہانیاں زبردست تھیں۔ پہلا نمبر تو خوشی کے پھول لے گئی۔ دوسرے نمبر پر ایک کپ چائے نے دل جیت لیا۔ تیسرے نمبر پر نقش قدم پسند آئی۔ بلاعنوان انعامی کہانی بھی چوتھا نمبر لے گئی۔ نونہال ادیب میں بے نقط کہانی فرسٹ جب کہ قیمتی ہیرا دوسرے نمبر پر رہی۔ علم دریچے میں گدھے کا کام پسند آئی۔ اسما اقبال مگھی، ساہیوال۔

● مئی کا ہمدرد نونہال خاص تھا۔ چند تحریریں اچھی لگیں۔ ان میں صحت مند زندگی، خوشی کے پھول، بکریوں کا اتحاد، علم دریچے، آدمی ملاقات، روشن خیالات شامل ہیں۔ تاریخی کہانی لازمی شائع کیا کریں۔ جب کہ بلاعنوان انعامی کہانی سمجھ میں نہیں آئی۔ ایک کپ چائے (اشتیاق احمد) کی کہانی بور تھی۔ عباس علی سوفی، کراچی۔

● مئی کا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ سرورق پر مسکراتی بچی اچھی لگی۔ اس بار بلاعنوان انعامی کہانی بالکل اچھی نہیں تھی۔ آپ کا مضمون ''صحت مند زندگی'' اچھا تھا۔ خوشی کے پھول، بکریوں کا اتحاد، بھوکی بلی اور دو ٹکے سبق آموز کہانیاں تھیں۔ اشتیاق احمد کی ایک کپ چائے واقعی حقیقت کے بالکل قریب کہانی ہے۔ آج کل تو جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا رواج عام ہے۔ ادیبوں کی نرالی عادتیں جان کر اچھا لگا۔ شاہ رول، سلطان پور۔

● ہمدرد نونہال ہم تیسری کلاس سے پڑھ رہے ہیں۔ ''ہم'' یعنی میں اور میرا بھائی فرسٹ ائر اور دسویں کلاس میں پہنچ چکے ہیں، مگر ہمدرد نونہال اسی بے چینی اور دل چسپی سے پڑھتے ہیں۔ رامینہ کشف، اسفندیار، ڈیرہ غازی خان۔

● مئی کا رسالہ تو سپر ہٹ تھا۔ میں ہمدرد نونہال ایک سال سے پڑھ رہی ہوں۔ اللہ اس رسالے کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ انعم شہزادی، رحیم یار خان۔

● مئی کا ہمدرد نونہال بہت زبردست رہا۔ جن میں ساری کہانیاں

اچھی تھیں۔ خاص طور پر بھوکی بلی قابلِ تعریف ہے۔ محمد سرمد جمال صدیقی، محمد ارحم احسن صدیقی، حیدرآباد۔

● مئی کے شمارے نے دل خوش کر دیا۔ تحریر ادیبوں کی نرالی عادتیں (رانا محمد شاہد) اچھی لگی۔ اس کے علاوہ کہانی خوشی کے پھول (وقار محسن) لاجواب تھی۔ انکل! کیا '' نونہال لغت '' کتابی صورت میں شائع ہو رہی ہے؟ سید محمد عباس، کراچی۔

ابھی کتاب کی صورت میں آنے میں وقت لگے گا۔

● مئی کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ خاص کر تحریر صحت مند زندگی (مسعود احمد برکاتی)، خوشی کے پھول (وقار محسن)۔ سرورق ماشاءاللہ خوب صورت تھا۔ ایک کپ چائے، بکریوں کا اتحاد، بھوکی بلی، بلاعنوان انعامی کہانی، موچی کی کہانی نے شمارے میں چار چاند لگا دیے۔ محمد نواز شریف راجپوت، ہوسٹری۔

● تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ بھوکی بلی خاص طور پر پسند آئی۔ ایک کپ چائے، ادیبوں کی نرالی عادتیں، بکریوں کا اتحاد اور موچی کا بیٹا بھی اچھی تحریریں تھیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی بھی دل چسپ تھی۔ اگر کسی خاص موضوع یا دن کے بارے میں تحریر بھیجنی ہو تو کتنے عرصے پہلے بھجوانی چاہیے؟ صفیہ حق، ملتان۔

کم از کم دو مہینے پہلے بھیجنا چاہیے۔

● انکل! مئی کا شمارہ لاجواب تھا۔ ہر کہانی سپر ہٹ تھی۔ خاص طور پر خوشی کے پھول (وقار محسن) اور ادیبوں کی نرالی عادتیں بہت پسند آئیں۔ سبرینہ رضوان احمد، حیدرآباد۔

● تحریروں میں ایک کپ چائے (اشتیاق احمد)، صحت مند زندگی (مسعود احمد برکاتی)، خوشی کے پھول (وقار محسن)، بکریوں کا اتحاد (سمعیہ غفار)، بھوکی بلی (جاوید بسام) اور بلاعنوان انعامی کہانی (مناظر صدیقی) لاجواب تحریریں تھیں۔ اس کے علاوہ مستقل سلسلوں میں جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات، علم دریچے اور نونہال خبرنامہ بہت زبردست اور متاثر کن تحریریں تھیں۔ نثار خان امازئی، ہیلتھ ویل سائٹ۔

● کہانیوں میں ادیبوں کی نرالی عادتیں، بکریوں کا اتحاد اور بلاعنوان انعامی کہانی تو بہت ہی اچھی لگی۔ سرورق کچھ خاص نہیں تھا۔ روشن خیالات تو بہت ہی پسند آئے۔ فرح ناز ابراہیم لغاری، سانگھڑ۔

● کہانیاں اچھی تھیں۔ بلاعنوان کہانی بور تھی۔ جب کہ بکریوں کا اتحاد، دو کلکے سپر ہٹ تھیں۔ حمزہ محبوب علی آرائیں، سانگھڑ۔

● مئی کا شمارہ ہمیشہ کی طرح زبردست رہا۔ صحت مند زندگی (مسعود احمد برکاتی)، خوشی کے پھول (وقار محسن)، ایک کپ چائے (اشتیاق احمد)، بکریوں کا اتحاد (سمعیہ غفار)، نقشِ قدم (وسیم الرحمٰن ہاشمی)، بھوکی بلی (جاوید بسام)، دو کلکے (محمد اقبال شمس)، موچی کا بیٹا (صداقت حسین ساجد)، بلاعنوان انعامی کہانی (مناظر صدیقی) بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ نظموں میں چلیں گے ہم اور ننھی سی چڑیا بہت اچھی نظمیں تھیں۔ مریم معین، کراچی۔

● مئی کا شمارہ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک زبردست رہا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ سب سے زبردست کہانی بلاعنوان انعامی کہانی تھی۔ نونہال خبرنامہ پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ دو کلکے کہانی مجھے بہت اچھی لگی۔ سید ذوالفقار حسین نقوی کی نظم ''ماں'' بہت زبردست تھی۔ پارس فدا حسین کیریو، کراچی۔

● انکل! مئی کا شمارہ زبردست تھا۔ کہانیوں میں ایک کپ چائے، بکریوں کا اتحاد، بلاعنوان انعامی کہانی، خوشی کے پھول بہت اچھی تھیں اور نظموں میں ننھی سی چڑیا اور ماں اچھی تھی۔ ہنسی گھر بہت اچھا تھا۔ انمول صبا، محمد یوسف، سانگھڑ۔

● تمام کہانیاں بے حد پسند آئیں۔ لطیفے پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ مئی کا ہمدرد نونہال بہت عمدہ تھا۔ علیشبہ وحید، کراچی۔

کچھ خطوط خاص نمبر کے بارے میں

● جون کا شمارہ (خاص نمبر) بہت ہی اعلا درجے کا تھا۔ کہانیوں میں بیٹے کا تحفہ، ایک سال کی زندگی، گلاب بادشاہ کا فیصلہ، گاؤں کا ڈاکٹر، معصوم چور، مثالی نمونہ، بلاعنوان انعامی کہانی، کمزور ایم، انتخاب، چنگ چیا، دو رئیس آدمیوں کا قصہ، گلبری شہزادی بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ سب سے اچھی کہانی موت کا گڑھا تھی۔ اس کے علاوہ نظمیں تو ساری ہی اچھی تھیں۔ روشیل علی خان، کراچی۔

● خاص نمبر توقع سے کئی گنا زیادہ اچھا تھا۔ آپ لوگوں نے اس کے لیے بہت محنت کی تھی جو رنگ لائی۔ مجھے سب سے اچھی بلاعنوان انعامی کہانی (ثمینہ پروین) لگی۔ میرا بچپن (پروفیسر مشتاق اعظمی) تو بہت ہی زبردست تحریر تھی۔ ہمیں نامور لوگوں کے بچپن کے قصے بہت

اچھے لگتے ہیں۔ علم کا سفر (مسعود احمد برکاتی) واقعی ایک لاجواب تحریر تھی۔ باقی تحریریں بہت زبردست رہیں اور موت کا گڑھا (اشتیاق احمد) بھی لاجواب کہانی تھی۔ سبرینہ رضوان احمد، حیدرآباد۔

● جون کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ سب ہی کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ مثلاً علم کا سفر، خونی بڑھیا، بیٹے کا تحفہ وغیرہ۔ ورشا اعجاز، جگہ نامعلوم۔

● ہمدرد نونہال کا خاص نمبر اور کتابچہ پڑھ کر معلومات میں بہت اضافہ ہوا اور حیرانگی بھی ہوئی۔ خاص نمبر بہت زبردست تھا۔ کہانیوں میں سب سے اچھی کہانی دو رئیس آدمیوں کا قصہ تھی۔ اس کے علاوہ چنگ چی کہانی نے خاص نمبر کا مزہ دوبالا کر دیا۔ کنول فدا حسین، کراچی۔

● ہمدرد نونہال ہر بچے کا محبوب رسالہ ہے۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمدرد نونہال کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ جون کا ہمدرد نونہال شروع سے لے کر آخر تک اچھا تھا۔ سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ اشتیاق احمد کا ناول بہت پسند آیا۔ کہانی بے غرض نیکی سے بہت سبق ملا۔ صبا ورا جا، ایمن راجا، گجرات۔

● خاص نمبر واقعی بہت ہی خاص تھا۔ جاگو جگاؤ (شہید حکیم محمد سعید)، میرا بچپن (پروفیسر مشتاق اعظمی)، موت کا گڑھا (اشتیاق احمد)، انتخاب (وقار محسن)، معصوم چور (ام عادل)، خونی بڑھیا (سمعیہ غفار میمن)، بلاعنوان انعامی کہانی (ثمینہ پروین)، ہنسی گھر بہت ہی اچھی اور دل چسپ تحریریں تھیں۔ سراج خان امازئی، کراچی۔

● خاص نمبر ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی تو بہت اچھی تھی۔ اس کے علاوہ اشتیاق احمد کا ناول '' موت کا گڑھا '' واقعی سنسنی خیز تھا۔ غرض ساری کہانیاں ہی اچھی تھیں۔ آمنہ بنت سغیر احمد ثاقب، کراچی۔

● خاص نمبر دیکھ کر خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی اور ساتھ میں مزے دار دل چسپ کتاب کے ہر صفحے نے معلومات میں بہت اضافہ کیا۔ عروج عابد صدیقی، کراچی۔

● خاص نمبر زبردست تھا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ اس کے ساتھ کتابچے میں جو ورلڈ ریکارڈ تھے، وہ پڑھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ محمد مسعود احمد رانا، اوکاڑہ۔

● خاص نمبر نونہالوں کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے۔ یہ ایک یادگار، لاجواب اور بے مثال خاص نمبر تھا، جس میں عمدہ تحریروں کا انتخاب انتہائی دل کش انداز میں کیا گیا تھا۔ یہ آپ کے اعلا ذوق کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ صفحۂ اول سے لے کر آخر تک تمام تحریریں خاص تھیں۔ نثار خان امازئی، کراچی۔

● جون کا شمارہ آپ کی محنت کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ تمام کہانیوں کو بار بار پڑھنے کا دل چاہ رہا تھا۔ سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ چنگ چیا (نوشاد عادل) کہانی ہنسی گھر سے زیادہ نمبر لے گئی۔ ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہو گیا۔ خاص نمبر جاگو جگاؤ سے نونہال لغت تک بہت معلوماتی اور دل چسپ رہا۔ انکل! آپ کی تصویر خاص نمبر میں بہت خوب صورت اور اچھی لگ رہی تھی۔ کرن فدا حسین کیریو، کراچی۔

● نونہال کا خاص نمبر بہت پسند آیا۔ تمام کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔ خاص نمبر کے ساتھ کتاب کا تحفہ بھی بہت پسند آیا۔ اُمامہ آصف کیریو، نیو کراچی۔

● خاص نمبر کی کہانیوں میں بے غرض نیکی (رئیس فاطمہ)، دو رئیس آدمیوں کا قصہ (مسعود احمد برکاتی)، کمزور ایم (حسن منظر)، چنگ چیا (نوشاد عادل)، بلاعنوان انعامی کہانی (ثمینہ پروین)، ایک بچہ کم ہے (جدون ادیب) بہت ہی سنسنی خیز اور دل چسپ تحریریں تھیں۔ اویس احمد، کراچی۔

☆

آیندہ شمارے کی متوقع تحریریں

☆ پہلا روزہ .... سمعیہ غفار میمن

☆ لڑکے کا بھوت .... جاوید بسام

☆ اقرارِ جرم .... محمد طارق

☆ اس کے علاوہ مسعود احمد برکاتی کی خوب صورت تحریر

☆ اور بہت ساری مزے مزے کی کہانیاں

☆ نئی نئی حیرت انگیز اور مفید معلومات

☆ آسان انعامی سلسلے

☆ اور بہت سی دل چسپیاں

نونہال لغت

لفظ	تلفظ	معنی
پھوہڑ	پھُو ہَ ڑ	بے سلیقہ ۔ بے تمیز ۔ بے ہنر ۔
پھبن	پھَ بَ ن	زیبائش ۔ آرائش ۔ سجاوٹ ۔ تناسب ۔ موزونی ۔
حدت	حِ دْ دَ ت	تیزی ۔ گرمی ۔ طبیعت کی تیزی ۔ جوش ۔
خودنمائی	خُ دْ نُ مَا ئی	غرور ۔ تکبر ۔ اپنی نمائش کرنا ۔
رخشاں	رَ خْ شَا ں	چمکنے والا ۔ چمکیلا ۔ منور ۔
کون ومکاں	کو نو مَ کَا ں	دنیا ۔ جہاں ۔
خیر مقدم	خَے رْ مَ قْ دَ م	بزرگوں یا بڑے لوگوں کو خوش آمدید کہنے کے الفاظ ۔
احتساب	اِ حْ تِ سَا ب	غلط اور صحیح کی جانچ پڑتال ۔ جائزہ ۔ باز پرس ۔ روک ٹوک ۔
اجراء	اِ جْ رَ ا ء	جاری کرنا ۔ آغاز ۔ افتتاح ۔
جواز	جَ وَ ا ز	جائز ہونا ۔ درست ہونا ۔ اجازت ۔
جنون	جُ نُو ن	دیوانگی ۔ پاگل پن ۔ غصہ ۔ طیش ۔
دیدنی	دِ یْ دَ نِی	دیکھنے کے قابل ۔ تماشا ۔
بے ربط	بے رَ بْ ط	بے جوڑ ۔ بے میل ۔ بے موقع ۔
نمود	نَ مُو د	ظاہر ہونا ۔ نمائش ۔ دھوم دھام ۔ شان وشوکت ۔ کروفر ۔
اساس	اَ سَا س	بنیاد ۔ بنا ۔ جڑ ۔
سرکش	سَ رْ کَ ش	نافرمان ۔ باغی ۔ مغرور ۔ بے وفا ۔
تشویش	تَ شْ وِ ی ش	گھبراہٹ ۔ پریشانی ۔ بے چینی ۔ اضطراب ۔ سوچ وفکر ۔
پسپا	پَ سْ پَا	واپس ۔ الٹے پاؤں ۔ پیچھے ہٹا ہوا ۔ شکست خوردہ ۔
چپا	چَ پْ پَا	چار انگل جگہ ۔ چار بالشت چوڑی جگہ ۔ ذرا سی جگہ ۔